نکاح میں ولی کی حیثیت

نکاح میں ولی حیثیت

اُمّ عبدِمنیب

ناشر:
مشربہ علم وحکمت (دارالشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان

اہتمام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد عبدمغیب
ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مشربہ علم وحکمت
اشاعت اول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ :00

ناشر: مشربہ علم وحکمت (دارالشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: دارالکتب السلفیہ
(4 شیش محل روڈ لاہور۔ پاکستان 54000) Ph:092-042-7237184

مکتبہ اسلامیہ
بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد۔ فون: 631204

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنِ وضاحت

۱۹۷۷ میں پاکستانی عدالت نے فیصلہ دیا کہ بالغ لڑکی از خود اپنا نکاح بغیر ولی کے کر سکتی ہے تب سے اب تک بغیر ولی کے ہزاروں نکاح عدالتوں میں منعقد کیے جا چکے ہیں۔ اس وقت مریم خنساء نے نکاح میں ولی کے وجوب پر لکھنے کا سوچا لیکن لکھا نہیں تھا، نیز اس نے لو میرج سے متعلق بھی کچھ مضامین لکھے جو "لو میرج" کے نام سے کتابی شکل میں لائے جا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور "نکاح میں ولی کی حیثیت" جیسا اہم موضوع بھی راقمہ کے ہاتھوں کتابی شکل اختیار کر گیا۔ قارئین اس کتابچے کے ساتھ ساتھ "لو میرج" کا مطالعہ کریں تو انہیں اس تحریر کو بھی سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ پاکستانی زعما، وکلا اور عوام کو اسلام کے تناظر میں ہر معاملے کو سمجھنے، پیش کرنے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

ام عبد منیب

ولی لغت کے آئینے میں

ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، قریبی، حامی، کارساز، بچانے والا، وارث، سرپرست

ولی کا مفہوم قرآنی آیات میں:

قرآن حکیم میں ولی کا لفظ اپنے تمام معانی کے ساتھ آیا ہے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل آیات میں دیکھی جاسکتی ہے:۔

- ولی بمعنی، بچانے والا:(الانعام : ۵۱)
- ولی بمعنی حلیف:(النساء:۵۹)
- ولی بمعنی کارساز:(الشوریٰ:۹)
- ولی بمعنی سرپرست:(البقرہ:۲۸۲)
- ولی بمعنی دوست:(التوبہ:۷۱)
- ولی بمعنی وارث:(النمل:۴۹)
- ولی بمعنی مددگار:(نبی اسرائیل:۱۱۱)

ولی کالفظ اصطلاح نکاح میں:

مولنا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں: اصطلاح میں ولی کا لفظ سرپرست اور ذمہ دار کے لیے بولا جاتا ہے جو اخلاص اور محبت سے مدد کرنے والا ہو اور لوگوں کو

دکھانے اور سنانے کے لیے محبت کرنے والا نہ استعمال ہو۔

(مترادفات القرآن ص ۸۰۰)

ولی ہر شعبہ زندگی میں:

دنیا کی ہر قوم، ہر معاشرے اور ہر ادارے میں ولی کا تصور موجود ہے چاہے اس کے لیے الفاظ مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔

سربراہ، نگران، منتظم، قیم، امیر، ناظم، خلیفہ، سردار، مسئول، سلطان، بادشاہ، ملک، حاکم، وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم، صدر، وزیر، عمید، گورنر جنرل، پرنسپل، میئر، مینیجر، ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ، گارڈین، انچارج، چیئرمین، چیف جسٹس، کمانڈر انچیف، والدین۔

غرض ہر شعبہ زندگی میں نام تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اپنے اپنے دائرہ کار میں یہ سب اپنے ماتحت کام کرنے والوں کے لیے ولی ہی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ولی کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ کسی ادارے کی بنیاد رکھتے ہی سب سے پہلے اس کے سربراہ کا تعین کیا جاتا ہے۔ جب ایک سربراہ اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے سے عاجز ہو جائے یا فوت ہو جائے تو فوراً نئے ولی کا (سربراہ) کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

ولی کی اہمیت وضرورت:

اگر کسی شعبے کا ولی (سربراہ) نہ ہو تو وہ شعبہ ابتری اور انتشار کا شکار ہو جائے۔ ہر کوئی اپنی مرضی سے جو چاہے کرے۔ معاشرتی، اخلاقی اور قانونی بندشیں سب بے کار ہو جائیں کیونکہ اخلاق یا قانون کا نفاذ کرنے والی کسی نہ کسی

قوتِ نافذہ کا ہونا ہر شعبے، ہر معاشرے اور ہر ملک میں ضروری ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قوتِ نافذہ انسانوں ہی سے تشکیل پاتی ہے اور اس کے سربراہ کا تعین بھی انسان ہی کرتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہمیشہ ہی سے گھر سے لے کر بین الاقوامی سطح کے معاملات تک سربراہ کا وجود ایک زندہ حقیقت ہے۔

پروفیسر ثریا بتول علوی ولی کی اہمیت کے بارے میں لکھتی ہیں:۔کیا کسی تعلیمی ادارے کا ملازم اپنے پرنسپل (ولی) سے اجازت لیے بغیر دس پندرہ دن کی رخصت پر جا سکتا ہے حالانکہ سال میں پچیس چھٹیاں لینا اس کا حق ہے اور اس حق کو پرنسپل ختم نہیں کر سکتا مگر یہ حق پرنسپل سے اجازت لے کر ہی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ پرنسپل کہہ سکتا ہے کہ ان دنوں پہلے ہی دو اساتذہ رخصت پر ہیں۔ آپ چند دن ٹھہر کر یہ رخصت حاصل کریں یا ابھی پندرہ دن کی رخصت نہیں آٹھ دن کی رخصت لے لیں بقیہ سات دن کی کچھ عرصہ بعد لے لیں وغیرہ۔

اب ملازم کا حق واضح ہے، قانونی طور پر تسلیم شدہ ہے۔ پرنسپل اس کا یہ حق ختم نہیں کر سکتا۔ پھر بھی وہ پرنسپل کو نظر انداز کیے بغیر رخصت پر نہیں جا سکتا بلکہ اس سے مشورہ کرے گا اور بغیر کسی جھگڑے کے یہ فیصلہ ان کے مابین طے ہو گا۔

(جدید تحریک نسواں اور اسلام، ص ۱۹۵)

خاندان میں ولی کی اہمیت:

پرنسپل اور اس کے ادارے کے ملازمین سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آگئی ہو گی کہ قانون کسی شخص کو جو حق دیتا ہے اس میں سے بعض حق ایسے ہیں کہ انہیں

استعمال کرنے کے لیے ماتحت افراد کا اپنے سربراہ کی اجازت حاصل کرنا اور انہیں آگاہ کرنا ضروری ہے۔ نیز جس قانون نے ملازم کو وہ حق دیا ہے اسی قانون نے اس شعبہ کے سربراہ کو یہ حق دیا ہے کہ ماتحت افراد اس کی اجازت لے کر اپنے اس حق کا استعمال کریں اور بالفرض کسی ضرورت یا مصلحت کے تحت ادارے کا سربراہ اپنے ماتحت کو اپنا حق اس وقت استعمال کرنے سے روک دے تو یہ اس کا قانونی حق اور اس کی سربراہی کا تقاضا ہے۔ دنیا کا ہر قانون کسی ادارے کے سربراہ کی عزت اور اطاعت کرنا بھی ماتحت افراد پر لازمی قرار دیتا ہے۔

اسی طرح خاندان کے سربراہ پر شریعت حقّہ نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ اپنے اہل خاندان کی تربیت، کفالت، نکاح، علاج معالجہ، تعلیم دیگر اخراجات اور ضروری امور کی دیکھ بھال کرے، ان کا مناسب انتظام کرے، انہیں راحت و آرام پہنچائے۔ خاندان کے لیے ایسے اقدامات کرے جن سے دنیا میں وقار میں اضافہ ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا احساس غالب رہے۔ رب کریم نے فرمایا ہے:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

(النساء: ۵۹)

جس طرح ہر شعبے کا سربراہ اس کا اولوالامر ہوتا ہے اسی طرح کسی خاندان کا سربراہ بھی (ولی) اس کا اولوالامر ہے لہٰذا افرادِ خانہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ سربراہِ خانہ کا احترام ملحوظ رکھیں۔ معروف امور میں اس کی اطاعت کریں اور

جو کام اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں ان کے بجالانے میں اپنے سربراہِ خاندان کا پورے طور پر ساتھ دیں۔

اسلام ولی یا سربراہِ خاندان کو یہ حق بھی عطا کرتا ہے کہ اگر سربراہِ خاندان اپنے علم، تجربہ اور خیر خواہی کے تحت یہ محسوس کرتا ہے کہ فلاں فرد کے فلاں کام سے خاندانی وقار مجروح ہوگا یا اس فرد کو دینی و دنیوی نقصان پہنچے گا تو وہ اسے اس کام سے بالجبر بھی باز رکھ سکتا ہے البتہ جو حقوق اسلام نے فرد کو ذاتی حیثیت سے عطا کیے ہیں، سربراہ کا جان بوجھ کر انہیں پورا نہ کرنا یا افراد پر ان کے حصول کے حوالے سے پابندی عائد کرنا درست نہیں، اسلام میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ولی کے ذمے اللہ تعالیٰ کی شریعت کی روشنی میں نیز معاشرے کے حوالے سے مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

- ......پورے خاندان کی کفالت کرنا
- ......اگر کوئی دوسرا فرد یا افراد کمانے والے ہیں تو ان کی آمدنی، اخراجات وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرنا تاکہ حسنِ انتظام اور ضرورت کی فراہمی کا کام خوش اسلوبی سے طے پا سکے۔
- ......بچے کی پیدائش پر اس کا نام رکھنا، عقیقہ کرنا۔
- ......بچے کی تعلیم کا انتظام کرنا
- ......بچے کی تربیت دینی خطوط پر کرنا
- ......بالغ ہونے پر لڑکا ہو یا لڑکی اس کا نکاح کرنا

○......اگر کوئی فوتگی ہو جائے تو کفن دفن کا انتظام کرنا اور اس کا ترکہ انصاف کے ساتھ اس کے ورثاء میں تقسیم کرنا

○......اگر فوت ہونے والے نے کوئی منت مان رکھی ہے تو اسے پورا کرنا

○......فوت ہونے والے کے مالی معاملات کو صاف کرنا

○......اگر خاندان کے کسی شخص سے کوئی قتل ہو جائے تو اس کی دیت ادا کرنے کا انتظام کرنا، جسے اصطلاحِ شریعت میں عاقلہ کہا جاتا ہے

○......اگر بچوں سے یا زیر سرپرستی افراد سے کسی دوسرے کے معاملے میں کوئی کوتاہی ہو جائے یا کسی دوسرے پر وہ زیادتی کر بیٹھیں تو ولی ہی اس کوتاہی یا زیادتی کا ازالہ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے

○......اگر بچہ حرم میں شکار کر لے تو ولی ہی اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہے

○......اگر خاندان کا کوئی اور اہم معاملہ ہو تو اسے نبٹانا

○......خاندان کے لڑکوں کے لیے معقول روزگار کا انتظام کرنا

نکاح میں ولی کی اہمیت

جس طرح زندگی کے دیگر معاملات میں ولی کی اہمیت مسلم ہے اسی طرح لڑکی کے نکاح میں بھی ولی کی اہمیت اظہر من الشمس ہے۔

نکاح نوعِ آدم کی زندگی کا وہ اہم موڑ ہے جہاں وہ بچپن کی لاابالی زندگی سے نکل کر جوانی کی باشعور اور متاہل زندگی کا باقاعدہ آغاز کرتا ہے۔ اس موڑ پر ضرورت ہے کہ نکاح کے لیے انتخاب کا فیصلہ اور اس کے اخراجات و انتظامات کا سمجھداری کے ساتھ اہتمام کیا جائے۔

کیونکہ یہ دو افراد کا ذاتی معاملہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کے باہم ربط کا معاملہ ہوتا ہے۔ نیز نکاح چند دنوں، چند مہینوں یا چند سالوں کا منصوبہ نہیں بلکہ یہ مرتے دم تک کا تعلق ہوتا ہے اسے خوش اسلوبی اور حسنِ معاشرت کے ساتھ نبھانے کے تقاضوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

لڑکے کی طرف سے ولی کا کردار:

اسلامی معاشرے میں صرف لڑکی کے لیے ہی نہیں بلکہ لڑکے کی تعلیم، کفالت، نگہداشت اور ضروریات کی فراہمی کے علاوہ اس کے لیے مناسب رشتے اور خاندان کا انتخاب بھی اس کا سرپرست ہی کرتا ہے البتہ یہ ایک معاشرتی اور

اخلاقی ذمہ داری ہے اگر بالغ لڑکا خود اپنے نکاح کا فیصلہ کر لیتا ہے یا اپنا نکاح خود کر لیتا ہے تو شریعت اس کے اس عمل پر کوئی قدغن نہیں لگاتی اور نہ معاشرہ یا اخلاق اسے ناروا محسوس کرتا ہے۔ البتہ شریعت لڑکے کو اس بات پر ضرور مجبور کرتی ہے کہ اگر لڑکے کے والدین اس لڑکی...... کی عادات کو ایسا سمجھتے ہیں جو لڑکے کو شر میں مبتلا کر دیں گی اور اس کی دینی ترجیحات کو خطرہ لاحق ہو جائے گا تو وہ اپنے لڑکے کو ایسی لڑکی سے نکاح کرنے سے روک سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تنکح المراۃ لاربعٍ لمالھا، ولحسبھا، ولجمالھا، ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک [صحیح بخاری، کتاب النکاح]

''عورت سے نکاح چار وجوہ کی بنا پر کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے نسب کی وجہ سے، اس کی خوب صورتی کی وجہ سے، اس کے دین کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرو''۔

اگر بیٹے کی بیوی سے یہ خدشہ ہو کہ وہ شوہر اور بچوں کو بھی دین سے متنفر کر دے گی تو والدین لڑکے کو اس بیوی سے دستبردار ہونے کا بھی کہہ سکتے ہیں۔

عورت کے نکاح میں ولی کا کردار:

لڑکی کے نکاح میں ولی کا کردار خاص اہمیت رکھتا ہے اور کوئی خاتون چاہے بوڑھی ہی کیوں نہ ہو ولی کے بغیر اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔ چنانچہ جب تک نکاح میں

ولی شامل نہ ہو۔ تب تک وہ نکاح نکاحِ صحیح نہیں کہلاتا۔ اسلام نے لڑکی یا عورت کے لیے ولی کی شرط کیوں رکھی ہے اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

○......لڑکی کی پرورش گھر کی چار دیواری میں ہوتی ہے شریعت اسے بغیر اشد ضرورت کے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتی لہٰذا وہ اپنے نکاح کا معاملہ خود طے نہیں کر سکتی ہے؟

○......عورت دور اندیش ہونے کی بجائے جلد باز ہوتی ہے، وہ کسی معاملے کے صرف ظاہری پہلوؤں کو دیکھتی ہے اس میں پوشیدہ منافع یا مضرت تک اس کی رسائی نہیں ہوتی جب کہ مرد معاملہ فہم اور دور اندیش ہوتا ہے۔

○......عورت جذباتی ہوتی ہے، چنانچہ خواتین کسی کی دکھ بھری کہانی سن کر بے سوچے سمجھے اس کی ہمدرد اور وکیل بن جاتی ہیں۔ اگر نکاح کا معاملہ بھی ان کے ہاتھ میں ہوتا تو مرد اسے بہلا پھسلا کر اپنا کام نکال کر اسے بے یارومددگار چھوڑ دیا کرتے۔ جیسا کہ یورپی معاشرے میں ہو رہا ہے۔ لہٰذا ولی کو مقرر کیا گیا تاکہ وہ رشتہ کرنے سے پہلے مرد کے اخلاق وعادات کا پتا چلائے۔

○......مرد چونکہ خود بھی بیرونِ خانہ سرگرمیوں میں شامل رہتے ہیں۔ مختلف قسم کے لوگوں سے ان کا معاملہ ہوتا رہتا ہے لہٰذا وہ لوگوں کے چہرہ شناس اور عادات شناس ہو جاتے ہیں لیکن عورت اچھے برے، خیر خواہ اور چالباز کا اندازہ کرنے میں اکثر ناکام رہتی ہے۔

○......خاندان کا نسب ہمیشہ مرد سے چلتا ہے اور کسی خاندان کی معاشرتی

حیثیت اور وقار کا تحفظ ولی کے اقدامات پر منحصر ہوتا ہے۔خاندان کے شرف و عزت کو برقرار رکھنے کے لیے داماد کیسا ہو یہ استحقاق صرف ولی کو ہی ملنا چاہیے۔ بچی یا عورت یہ فیصلہ نہیں کرسکتی۔

○......داماد کو بیٹی دے کر ولی اسے اپنا بیٹا بناتا ہے لہٰذا اس کو یہ حق ہے کہ وہ داماد کے خاندان اور عادات وغیرہ کے بارے میں یہ فیصلہ کرے کہ کیا وہ اس خاندان کے برابر کا یا اس خاندان سے جڑنے کے لائق ہے بھی یا نہیں۔

○......ولی اپنی بیٹی یا بہن کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار اور ہم درد ہوتا ہے۔وہ بڑی محبت اور خیر خواہی کے ساتھ اپنی بیٹی یا بہن کے اخلاق،کردار،عفت وحیا،صحت وغیرہ کی نگہداشت کرتا ہے۔اس کی پیدائش سے لے کر زندگی کے ہر موقع پر وہ اپنی بیٹی یا بہن کے لیے ایثار کرتا ہے لہٰذا اس کے بے لوث ایثار،بے پناہ محبت،خیر خواہی اور اقرب رشتہ داری کا تقاضا ہے کہ وہ اسے ایسے خاندان کے مرد کے حوالے کرے جو اپنی عادات،شکل وصورت،خاندانی مرتبے،تعلیم،کسب معاش غرض ہر پہلو سے اس کے لیے قابلِ قبول ہو۔

○......بیٹی یا بہن کا نکاح کر دینے کے بعد ولی کی ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔خاوند اگر اس کی بیٹی یا بہن پر زیادتی کرے،اس کے حقوق ادا نہ کرے،تو ولی ہی کی شفقت اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی،بہن کے حقوق کے تحفظ کے لیے اس کے خاوند سے بات کرے۔

○......اگر اللہ نہ کرے حالات زیادہ ہی کشیدہ ہو جائیں تو ولی ہی ان

حالات کو سدھارنے اور مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

○......دنیا کا کوئی بھی معاشرہ ہو، تنہا عورت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، نہ ہی تنہا عورت کو اپنے خاوند یا سسرال کے ہاں وہ عزت و مرتبہ دیا جاتا ہے جو ان عورتوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے نکاح ان کے اولیا نے کیے ہوں۔

○......جن عورتوں کے اولیا یا خاندان موجود ہوتا ہے، انہیں تنگ کرتے ہوئے یا حقوق دباتے ہوئے مرد سو بار سوچتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بیوی کے بھائی یا باپ کو پتا چل گیا تو وہ جواب طلبی کریں گے اور ضرورت پڑنے پر سختی بھی کر سکتے ہیں۔

❀❀❀❀❀

قرآن حکیم سے ولی کا وجوب

① قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات ولی کے وجوب کی دلیل فراہم کرتی ہیں:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾(البقرہ:۲۲۱)

”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی آزاد مشرکہ عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ آزاد مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور مشرک مردوں سے (اپنی عورتوں کا) نکاح نہ کیا کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام آزاد مشرک آدمی سے بہتر ہے خواہ تمہیں وہ (آزاد مشرک مرد) بھلا ہی کیوں نہ لگے۔ یہ مشرک لوگ تو تمہیں جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ

احکام اس انداز سے کھول کھول کر لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت قبول کریں''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمان مردوں کو دو حکم دیئے۔ پہلا یہ کہ وہ مشرکہ عورت سے اپنا نکاح نہ کریں۔ دوسرا یہ کہ وہ مشرک مرد کے ساتھ اپنی کسی عورت کا نکاح نہ کریں۔ اگر عورتوں کے لیے ولی کی پابندی نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ عورتوں سے براہ راست خطاب کرتا۔ جیسا کہ اس نے جہاں مناسب سمجھا وہاں عورتوں کو مردوں سے الگ بھی خطاب کیا ہے۔

امام ابن حزم اس آیت کی وضاحت میں فرماتے ہیں: ﴿ وَلَا تُنْكِحُوْا ﴾ بالاتفاق (تا کے) پیش کے ساتھ ہے اور یہ عورتوں کے اولیاء سے خطاب ہے اور دوسرا مفعول (المومنات) محذوف ہے (یعنی مومن عورتوں کا نکاح مشرک مردوں کے ساتھ نہ کرو) اس خطاب سے استدلال کیا گیا ہے کہ نکاح میں ولی کی اجازت ضروری ہے اور یہ آیت اس مسئلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ خطاب عورتوں کے اولیاء سے ہے نہ کہ عورت کو۔ (مفرور لڑکیوں کے نکاح اور ہماری عدالتیں، ص ۲۳)

امام ابوجعفر محمد بن حسین کہتے ہیں:۔ اللہ کی کتاب میں نکاح ولی کی اجازت کے ساتھ ہے۔ پھر انہوں نے دلیل میں مندرجہ بالا آیت پڑھی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا فرمان اس کی دلیل ہے کہ عورت کے نکاح کے معاملے میں اس کے اولیاء عورت کی نسبت زیادہ حق دار ہیں۔ (بحوالہ سابق)

ساتھ) اور پھر تُنْكِحُوا (تا کی پیش کے ساتھ) کی تعبیر کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مرد ہی اپنا اور ان عورتوں کا نکاح کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جن کے معاملات کے وہ ذمہ دار ہیں اور عورت مرد کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے ولی ضروری ہے۔ (بحوالہ سابق)

فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے: ﴿تَنْكِحُوا﴾ اور ﴿تُنْكِحُوا﴾ میں (فعل لازم اور فعل متعدی کا) فرق ہے۔ اس سے بھی بعض سلف نے یہ حجت پکڑی ہے کہ عورت از خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی، اس کے نکاح کا بندوبست کرنا اس کے اولیاء کی ذمہ داری ہے۔ (بحوالہ سابق)

② ﴿وَانْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ (النور: ٢٣)

''تمہارے اندر جو بے شوہر ہیں ان کے نکاح کر دو''۔

اس آیت میں لفظ ایامیٰ آیا ہے جس کا واحد ایم ہے۔ لغوی لحاظ سے ایم کا مطلب ہر بے نکاح ایسا مرد اور عورت جس کا خاوند یا بیوی نہ ہو چاہے وہ کنوارا ہو مطلقہ یا رنڈوا اور بیوہ۔ نیز ایم کا مطلب شوہر دیدہ عورت بھی ہے۔

زیرِ نظر آیت میں اس لفظ سے مراد بے نکاحی یا بیوہ عورتیں مراد ہیں اور یہ خطاب ان بیوہ عورتوں کے اولیاء سے ہے یا مسلمان معاشرے اور حکومت سے کہ وہ ایسی عورتوں کے نکاح کر دیں۔

اکثر مفسرین نے اس آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ بیوہ یا مطلقہ عورتوں کے نکاح کا انتظام کرنا اولیاء کی ذمہ داری ہے اگر وہ نہ ہوں تو پھر حکومت اور اہل

معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔

لسان القرآن کے مولف مولٰنا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے لفظ ایم کا مطلب بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا فرمانِ باری تعالیٰ کا یہی ترجمہ کیا ہے کہ ''بیوہ عورتوں کے نکاح کردو''۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اندازِ گفتگو حفاظت اور صلاح کے باب میں سے ہے یعنی تم میں سے جو بے شوہر ہیں ان کے نکاح کردو کہ یہ عفت اور پاک دامنی کا راستہ ہے اور یہ خطاب اولیا سے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ خطاب خاوندوں سے ہے لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے، اس لیے کہ اگر اللہ خاوندوں سے خطاب کرنا چاہتا تو بغیر ھمزہ قطعی ﴿ اَنْكِحُوْا ﴾ فرماتا۔

جس میں الف وصل کے لیے ہوتا ہے (جو ماقبل لفظ ملنے سے گر جاتا اور فعل لازم کی علامت بن جاتا ہے) اور اس (فعل متعدی کے لانے) میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ولی کے بغیر اپنا نکاح کرے۔

(مغرور لڑکیوں کے نکاح اور ہماری عدالتیں، ص ۲۸)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی۔ (فتح القدیر ۴/۱۴۱ بحوالہ مفرور لڑکیوں کے نکاح ص ۲۷)

شیخ محمد طاہر ابن عاشور کہتے ہیں: اللہ نے اولیاء کو حکم دیا کہ ان کے اندر جو بے شوہر ہیں ان کے نکاح کرادو۔ (بحوالہ سابق)

صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ بے شوہر عورتوں

کے نکاح کا بندوبست کرنا اولیاء کی ذمہ داری ہے۔اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے اولیا ہی سے خطاب کیا ہے۔(مفرور لڑکیوں کے نکاح،ص ۲۵)

③﴿ وَ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾(البقرۃ:۲۳۲)

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو تم ان کو اپنے (سابقہ) خاوندوں سے نکاح کرنے سے مت روکو''۔

امام بخاریؒ نے اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا ہے کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کو اپنے چچا زاد کے نکاح میں دیا۔اس نے اسے طلاقِ رجعی دے دی۔پھر عدت گزرنے کے بعد اس نے دوبارہ پیغام دیا تو میں نے کہا''واللہ!میں اپنی بہن کو اس کے نکاح میں کبھی نہیں دوں گا''۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔میں نے اپنی قسم کا کفارہ دے دیا اور اپنی بہن کو اس کے نکاح میں دے دیا۔(صحیح بخاری،کتاب النکاح،باب من قال لا نکاح الا بولی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:یہ آیت اس شخص کے بارے نازل ہوئی جو اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دے۔پھر اس کی عدت پوری ہو جائے تو خاوند اس سے رجوع یا دوبارہ نکاح کرنا چاہے اور عورت بھی اس پر رضا مند ہو لیکن اس کے اولیاء اس کو ایسا کرنے سے روک دیں تو اللہ نے عورت کے اولیاء کو عورت کے دوبارہ اسی خاوند سے نکاح کرنے سے روکنے سے منع فرمایا۔

امام مسروقؒ، ضحاکؒ، ابراہیم نخعیؒ اور زہری رحمہ اللہ نے بھی یہی کہا ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح کرنے کا اختیار نہیں رکھتی بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے اگر ولی کی ضرورت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا کہ عورت خود نکاح کر لے اور اس میں ولی کو حکم نہ دیا جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

امام شافعیؒ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جو شخص روکنے کا باعث بن رہا ہے وہ عورت کو نکاح کرنے سے نہ روکے تاکہ ولی کی رضامندی سے نکاح کی تکمیل ہو سکے۔ ظاہر ہے جب شوہر طلاق دے چکا اور عدت بھی گزر چکی تو اسے (پہلے شوہر کو) روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر عدت باقی ہے تو دورانِ عدت عورت نکاح نہیں کر سکتی اور یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ وہ (پہلا شوہر) خود اپنے ساتھ نکاح کرنے سے روکے۔ قرآن حکیم کی یہ سب سے زیادہ واضح دلیل ہے کہ ولی کو عقدِ نکاح کا حق حاصل ہے اور یہ کہ جب عورت دستور کے موافق نکاح کرنے پر راضی ہو تو ولی پر لازم ہے کہ رکاوٹ نہ بنے۔

(کتاب الام ۵/۱۱۔ بحوالہ قواعد اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ۵۶۸)

امام طبریؒ فرماتے ہیں: اس آیت سے واضح ہے کہ ان لوگوں کی رائے صحیح ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں۔

(مفرور لڑکیوں کے نکاح اور ہماری عدالتیں، ص ۲۹)

امام بغویؒ کہتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت نکاح میں ولایت کا کردار ادا نہیں کر سکتی کیونکہ اگر وہ اس کا اختیار رکھتی تو اسے روکا ہی نہ جاتا اور نہ ولی

کو روکنے سے ممانعت کے کوئی معنی رہتے ہیں۔(تفسیر معالم التنزیل بحوالہ مفرور لڑکیوں کے نکاح، ص ۳۰)

ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ولی کی رضا مندی ضروری ہے اور یہ اس کی سب سے زیادہ واضح دلیل ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو یہ کہنے کے ''کہ انہیں مت روکو'' کوئی معنی نہیں رہتے۔ علاوہ ازیں اگر وہ عورت خود نکاح کرنے کی مجاز ہوتی تو وہ اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی۔(کتاب النکاح، فتح الباری)

امیر صنعانی رحمہ اللہ صاحب سبل السلام فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے زمانے میں صحابہ نے اس آیت کا یہی مفہوم سمجھا کہ اولیاء کی اجازت ضروری ہے۔ انہوں نے قسم کا کفارہ ادا کرنے اور نکاح کر دینے میں جلدی کی۔ اگر اولیاء کا عورتوں پر اختیار ہی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے کھول کر بیان کر دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اولیاء کے حق کو تکرار کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ایک حرف بھی اس امر کی بابت نہیں بولا کہ عورت کو اپنا نکاح از خود کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس سے اس طرف بھی راہنمائی ملتی ہے کہ جن آیات میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہے جیسے ﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهَا﴾ (البقرہ: ۲۳۰) اس سے مراد بھی ولی کی اجازت سے ان کے نکاح کا انعقاد ہے نہ کہ از خود نکاح کر لینا، اس لیے کہ اگر اس آیت سے نبی ﷺ یہ سمجھتے کہ عورت از خود نکاح کر سکتی ہے تو آپ ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد اس عورت کو اپنا نکاح خود کر لینے کا حکم دیتے اور اس کے بھائی پر واضح کر دیتے کہ تجھے اس پر ولایت کا حق حاصل نہیں ہے اور اس کے لیے قسم کا

توڑنا اور کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔(سبل السلام، کتاب النکاح:۳/۱۱۸)

④ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے نبوت کے خصائص میں سے ایک یہ بھی بیان فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ؗ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾(الاحزاب:۵۰)

”اگر کوئی مومن عورت اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دے اور آپ ﷺ اس سے نکاح کرنا چاہیں تو ایسا کرنا آپ ﷺ کے لیے جائز ہے لیکن یہ صرف آپ ﷺ کے لیے خاص ہے یہ اجازت دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔“

مفسرین نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کسی عورت سے بغیر مہر اور بغیر ولی کے نکاح کرنا جائز ہے لیکن دیگر اہل ایمان کے لیے ان دو شرائط کا نکاح میں ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو زید رضی اللہ عنہ نے جب طلاق دے دی تو اللہ کی طرف سے وحی آئی ”زَوَّجْنٰكَهَا“ ”ہم نے اس (زینب رضی اللہ عنہا) سے آپ ﷺ کا نکاح کر دیا“۔ اس نکاح میں ولی کی ضرورت سمجھی گئی نہ مہر کی۔ یہی وجہ ہے زینب رضی اللہ عنہا دوسری ازواج سے کہا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح

تمہارے باپوں نے کیے اور میرا نکاح اللہ نے سات آسمانوں پر کیا۔ (احکام القرآن، ابن العربی)

امام قرطبیؒ زَوَّجۡنٰکَهَا کی تفسیر میں کہتے ہیں ”یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عام عورتوں سے نکاح کے لیے ولی کی ضرورت ہے“۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِيٓ أَزۡوَاجِهِمۡ﴾ (الاحزاب: ٥٠)

”ہم نے مومنوں پر ان کی بیویوں کی بابت جو چیزیں فرض کی ہیں ان کو ہم جانتے ہیں“۔

مطلب یہ کہ نکاح کے سلسلے میں جو حقوق و فرائض ہم نے عام مومنوں کے لیے ضروری قرار دیے ہیں۔ ان سے انحراف و اعراض کسی کے لیے جائز نہیں۔ نہ ہی اس سلسلے میں نبی ﷺ کی اقتدا جائز ہے کیونکہ وہ مومنوں کے لیے ہی ضروری ہے۔ اے نبی آپؐ کے لیے ضروری نہیں۔ نکاح میں جو اختصاص و امتیازات آپؐ کو حاصل ہیں وہ دیگر مومنوں کے لیے نہیں۔ پس کوئی مومن، ولی، مہر اور گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا اور نہ ہی چار سے زائد بیویوں کو ایک وقت میں رکھ سکتا ہے۔

امام شوکانیؒ اور دیگر مفسرین نے بھی اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔

⑥ قرآن حکیم میں یہ ذکر ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر مدینہ پہنچے اور انہوں نے دو لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا جو شیخ کبیر کی بیٹیاں تھیں۔ جب

موسیٰ علیہ السلام شیخ کبیر کے بلانے پر ان کے گھر گئے تو شیخ کبیر نے آپ سے یہ بھی کہا کہ:

﴿إِنِّيٓ أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ٱبْنَتَيَّ هَٰتَيْنِ﴾(القصص:٢٧)

”میں دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کرنا چاہتا ہوں“۔

اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ نکاح میں ولی کی موجودگی ضروری ہے۔

ولی کے دلائل احادیث سے

ولی کے وجوب پر مندرجہ ذیل احادیث دلیل ہیں:

○......ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لانکاح الا بولی. (مسند احمد، ٤/٣٩٤، معانی الآثار ٣/٩،
السنن الکبری ٧/١٠٧ سنن ابن ماجه ١٨٨١، المنتقی، ٧٠٣)

"ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں"۔

○......ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزوج المراة المراة ولاتزوج المراة نفسها فان الزانية هی التی تزوج نفسها. (سنن ابن ماجہ،دارقطنی،البانی نے اسے صحیح کہا،
بحوالہ مفرور لڑکیوں کے نکاح،ص ۴۷)

"کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے بے شک وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے"۔

○......ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے:

لاتزوج المراة المراة ولاتزوج المراة نفسها، ان البغية التی تزوج نفسها. (سنن الکبری ٧/١١٠)

''کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح خود کرے بے شک وہ عورت سرکش ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے''۔

⭕......ایک اور ارشاد ہے:

لیس للولی مع الثیب امر ولیتیمة تستامر. (ابو داؤد ، نسائی و صححہ، ابن حبان، بلوغ المرام، کتاب النکاح)

''شوہر دیدہ عورت کے معاملے میں ولی کا کوئی اختیار نہیں اور یتیم بچی سے بھی مشورہ لیا جائے''۔

⭕......عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایماامراة نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل، فنکاحھا باطل، فان دخل بھا فلھا المھربما استحل فرجھا فان اشتجروا فالسطان ولی من لا ولی له. (سنن ترمذی ، مسند احمد، سنن ابی داؤد ۲۰۸۳، سنن ابن ماجه: ۱۸۷۹)

''جس عورت نے ولی کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر اس نے دخول کر لیا تو اس عورت کو اس کے بدلے میں مہر ملے گا۔ اگر اولیاء کا آپس میں جھگڑا ہو گیا تو پھر سلطان اس عورت کا ولی ہے جس کا ولی کوئی نہ ہو''۔

⭕......معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی روایت البقرۃ: ۲۳۲ کے شانِ نزول کے تحت گزر چکی ہے۔ (صحیح بخاری)

چنانچہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا۔ اور اپنی بہن کا نکاح اس

کے پہلے شوہر کے ساتھ کر دیا جو طلاقِ رجعی دے چکا تھا۔ اگر ولی کا وجوب نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو حکم دیتا کہ وہ خود نکاح کر لے۔

○...... عائشہ صدیقہ ؓ کہتی ہیں: جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں رائج تھیں۔ ایک قسم وہ جو آج کل بھی لوگوں میں رائج ہے کہ ایک آدمی کسی آدمی کو اس کی عزیزہ یا بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام بھیجتا ہے وہ اسے قبول کر کے اس کے لیے مہر کا تعین کرتا ہے۔ اور نکاح کر دیتا ہے۔ (اس کے بعد انہوں نے نکاح کی دیگر اقسام بیان کیں اور فرمایا) جب محمد ﷺ کو اللہ نے حق کے ساتھ معبوث کیا تو آپؐ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا اور صرف آج کل کے نکاح کو باقی رکھا۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی) اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے نکاح کے اسی طریقے کو باقی رکھا ہے جس میں ولی اپنی بیٹی یا عزیزہ کے نکاح کا معاملہ طے کرتا ہے۔ نیز باقی تمام نکاح باطل ہیں۔

○...... عائشہ صدیقہ ؓ روایت کرتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اگر کسی لڑکی کا نکاح اس کے گھر والے کر دیں تو کیا اس سے اجازت لینا چاہیے یا نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تُسْتَأْمَرُ "ہاں اس سے اجازت لینا چاہیے"۔ ام المومنین عائشہ ؓ کہتی ہیں، میں نے کہا فَإِنَّهَا تَسْتَحِي (وہ تو شرماتی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: فذالك اذنها اذا هي سكتت (اس وقت اس کا چپ رہنا ہی اجازت ہے)۔ [صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق و البکر بالسکوت]

الایم احق بنفسھا من ولیھا ۔[مسلم، کتاب النکاح]

''بیوہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے''۔

ایم کا مطلب بیوہ یا مطلقہ عورت ہے۔ ثابت ہوا کہ بیوہ یا مطلقہ عورت کو ولی صرف مشورہ دے گا اور اختیار بیوہ یا مطلقہ عورت اپنا استعمال کرے گی۔ ولی کا کام صرف یہ ہے کہ جہاں وہ چاہ رہی ہے وہاں اس کا نکاح کر دے۔ اس کے برعکس کنواری لڑکی سے ولی اجازت تو لے گا لیکن اختیار ولی اور لڑکی کے درمیان برابر برابر ہے۔ اگر ولی کا وجوب نہ ہوتا تو آپ ﷺ اتنی وضاحت سے اور اس انداز سے اس مسئلہ کو بیان نہ فرماتے بلکہ کہتے کہ ولی کو پسند ہو یا ناپسند، کنواری، بیوہ، مطلقہ اپنی مرضی استعمال کر لیں۔

○......رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فی الارض وفساد عریض ۔[سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فیمن ترضون دینہ فزوجوہ، ۱۰۴۸]

''جب تم کو کوئی نکاح کا پیغام دے جس کا اخلاق اور دین تمہیں اچھا لگتا ہو تو اس کا نکاح کر دیا کرو اگر ایسا نہ کرو گے تو دنیا میں بہت بڑا فساد پھیل جائے گا''۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حکم لڑکی کے اولیاء کو ہے کہ جب انہیں دین واخلاق میں اچھا شخص پیغامِ نکاح دے تو اپنی زیر سرپرستی عورت کا نکاح اس سے کر دیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے براہ راست عورتوں سے یہ بات نہیں کہی

جس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ولی ہی عورت کے نکاح کے امور کا ذمہ دار ہے۔

⭘......ابو ہند ایک حجام تھے اور سینگی لگایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنی بیاضہ قبیلے کو ان کے نکاح کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا:

یا بنی بیاضة انکحوا اباهند و انکحوا الیه و کان حجاماً.

[ابو داؤد، حاکم، بسند حسن، بلوغ المرام]

''اے بنی بیاضہ! ابو ھند کا نکاح کر دو اور اس کی لڑکیوں سے نکاح کرو حالانکہ وہ حجام تھے''۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ انکحوا اباھند'' اس کا مطلب ہے کہ اپنی لڑکیوں کے نکاح اس سے کرو اور وانکحوا الیه اور اس کی لڑکیوں سے تم نکاح کے لیے اسے پیغامِ نکاح دو۔

رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے یہ پتا چلتا ہے کہ لڑکیوں کے نکاح کا اختیار ان کے اولیاء کے پاس تھا، اسی لیے آپ ﷺ نے اولیاء کو ترغیب دی کہ وہ اباھند سے اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دیں۔ لڑکیوں یا عورتوں کو یہ نہیں کہا کہ تم اباھند سے نکاح کرلو۔ اور وانکحوا الیه کہہ کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم اس کے ہاں نکاح کرو یعنی اس کی لڑکیوں سے۔ دونوں میں آپ نے مردوں کو مخاطب کیا عورتوں کو مخاطب نہیں کیا۔ گویا اولیاء ہی نکاح کا پیغام لینے دینے اور نکاح کرنے کے ذمہ دار ہوتے تھے۔

❀❀❀❀❀

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء

قرآنی نصوص اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث پیش کرنے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں رہتی کہ صحابہ کرام کا عمل بھی پیش کیا جائے یا ان کی رائے کے بارے میں لکھا جائے کیونکہ ان کی اپنی کوئی رائے نہیں بلکہ وہی رائے ہوتی تھی جو رسول اللہ ﷺ کا حکم ہوتا تھا۔ وہ ایسے مخلص مسلمان تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک اشارہ ابرو پر سر کٹا دیئے، اپنے اموال پیش کر دیئے، گھر بار، ماں باپ اور جگر کے ٹکڑوں کی جدائی گوارا کر لی۔ یہ انہی کا اخلاص تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ کے ایک ایک حکم کو من وعن آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔

انہی کے ذریعہ سے تو ہم تک احادیث پہنچیں لہٰذا جنہوں نے احادیث بیان کیں یقیناً ان کا اپنا عمل انہی احادیث کے مطابق تھا اور ان کی رائے تابعِ فرمانِ رسالت بھی تھی۔ بہر حال یہاں صحابہ کرام کی رائے بھی نقل کی جاتی ہے۔

گزشتہ سطور میں ولی کے وجوب کی دلیل کے ضمن میں جو احادیث نقل کی گئی ہیں ان کے تمام راوی صحابہ کی رائے وہی ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل صحابہ شامل ہیں:

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، معقل بن یسار، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، علی بن ابی طالب،

جابر بن عبداللہ، عمران بن حصین، معاذ بن جبل، ابی امامہ، عمر بن خطاب، ابو سعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سب سے ولی کے بارے جو احادیث مروی ہیں ان پر بحث اور تخریج مفلح بن سلیمان بن فلاح الرشیدی نے یکجا کر دی ہے جس کا عنوان التحقیق الجلی فی حدیث "لا نکاح الا بولی" ہے۔ اسے "موسسہ قرطبہ" نے شائع کیا ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ:

آپ کے عہدِ خلافت میں ایک عورت نے بغیر ولی کے نکاح کر لیا تو آپ نے اس نکاح کو ختم کر دیا اور نکاح کرنے والے کو کوڑے لگائے۔

[کتاب الام للشافعی ۵/۱۱۔ بحوالہ قواعد اصولیہ میں فقہا کا اختلاف]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

آپ عورت کے لیے عورت کا عقدِ نکاح سر انجام دینے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے خواہ یہ عقد اپنے لیے کرے یا کسی اور کے لیے۔ اس لیے کہ عورت مردوں کی مجلس سے منزہ ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی لازم ہے کہ اس پر حیاداری کی چھاپ رہے جب کہ عقدِ نکاح ان باتوں کے منافی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا "ایک عورت کی لونڈی ہے کیا وہ اپنی لونڈی کا نکاح کرا سکتی ہے"؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور فرمایا۔ "وہ اپنے ولی کو کہے اور وہ ولی اس کا نکاح کرائے"۔

[مصنف عبدالرزاق، کنز العمال، رقم الحدیث ۴۵۷۶۸۔ فقہِ عبداللہ بن عمر ص ۷۷۵، عنوان نکاح]

نیز آپ نے فرمایا ”عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے“۔

[المحلّی، جلد۲، ص ٤٥٤۔ کشف الغمه، ج ۲، ص ٧٦١، فقه عبدالله بن عمر ص۸۸۳، عنوان نکاح]

آپ جب اپنی بیٹیوں کے نکاح کا ارادہ کرتے تو اس سلسلے میں ان سے اجازت لیا کرتے تھے۔[فقهِ عبدالله بن عمر ص۸۸۳، عنوان نکاح]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

آپ نے فرمایا: ولی یا سلطان کے بغیر کوئی نکاح نہیں۔اگر عورت کا نکاح کوئی ایسا ولی کرا دے جس کے ساتھ ناراضگی ہو تو اس کا کرایا ہوا نکاح نہیں ہوگا۔[سنن سعید بن منصور۔ عبدالرزاق۔ سنن بیهقی۔ کنزالعمال۔ المغنی۔ بحواله فقهِ عبدالله بن عباسؓ، ص ٧٢٦]

نیز فرمایا: نکاح تو صرف ولی اور دو گواہوں کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔

[سنن بیهقی، المغنی، بحواله فقهِ عبدالله بن عباس، ص ٤٢٦]

عقدِ نکاح کے لیے کم از کم چار افراد کی شرکت لازمی ہے ① ایک وہ شخص جو نکاح کرا رہا ہے یعنی ولی ② اس شخص کی شرکت جو نکاح کر رہا ہے یعنی خاوند (۳،۴) دو گواہ۔[ابن ابی شیبه عنوان نکاح]

”اگر ولی غائب ہو یا سرے سے موجود ہی نہ ہو تو قاضی عورت کا ولی ہو گا“۔[فقهِ عبدالله بن عباس]

نیز فرمایا: وہ عورتیں حرام کار ہیں جو ولی کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہیں۔[مصنف

عبدالرزاق، ج ٤ ص ١٨٧۔سنن سعید بن منصور، ج ٢، ص ٣٤۔المحلی، ج ، ص ٤٥٤۔کنز العمال ج ١٤، ص ٥٣، بحوالہ فقہِ عبداللہ بن عباسؓ، ص ٧٢٦]

اگر عورت ولی کے بغیر اپنا نکاح کرا لے یا اپنے نکاح کے لیے ولی کے سوا کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کر دے تو یہ نکاح باطل ہوگا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اگر چہ دخول ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو۔

[فقہِ عبداللہ بن عباسؓ، ص ٨٠١]

علی رضی اللہ عنہ:

آپؓ سے مروی ہے کہ

لا تشهد المراة يعني الخطبه و لا تنكح.

[ابن ابی شیبہ ٣ ١٠٩٣۔ھدیۃ العروس]

''عورت خطبہ نہ دے اور نہ ہی نکاح کرائے''۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

آپ کی علمی جلالت اور فقاہت پوری دنیا پر اظہر من الشمس ہے۔آپ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ مروی ہے۔دین کے معاشرتی مسائل میں آپ کی فقاہت پر اعتماد علمائے حدیث وتفسیر کا معمول رہا ہے۔

آپ بھی عورت کے نکاح کے لیے ولی کے وجوب کی قائل تھیں۔چنانچہ آپ نے اپنے ایک بھتیجے کے نکاح کا بندوبست کیا۔جب نکاح پڑھانے کا وقت آیا تو آپ نے ایک مرد کو نکاح پڑھانے کے لیے کہا اور فرمایا:

لیس الی النساء نکاح. (نکاح کرانا عورت کا کام نہیں)(فتح الباری لابن حجر ۹/۱۷۶۔ہدیہ العروس) یادر ہے کہ عورت نکاح نہیں کرا سکتی سے مراد یہ ہے کہ وہ نہ تو کسی مرد یا عورت کا نکاح پڑھا سکتی ہے یعنی ایجاب وقبول نہیں کروا سکتی نہ ہی نکاح کا خطبہ دے سکتی ہے نہ ہی نکاح میں عورت کی ولی بن سکتی ہے۔جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ سے مروی روایت بھی گزر چکی ہے کہ جس عورت نے بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر لیا اس کا نکاح باطل ہے،اس کا نکاح باطل ہے،اس کا نکاح باطل ہے۔اگر اس نے دخول کر لیا تو اس عورت کو اس کے بدلے میں مہر ملے گا اگر اولیا میں جھگڑا ہو گیا تو پھر سلطان اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

[ترمذی۔ احمد، ابوداؤد، ابن ماجه]

تابعین کی رائے

حسن بصریؒ:

ابن التیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصریؒ سے کہا، ہمارے پاس ایک کمزور سی عورت ہے اور اس کا کوئی نہیں ہے، کیا آپ اس کا نکاح کرانے کے لیے کسی کو مقرر کر دیں گے؟ آپ نے فرمایا، ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں'' میں آپ سے اس سلسلے میں بار بار مراجعت کرتا رہا اور عورت کے اس معاملہ کو ایک معمولی بات کے طور پر پیش کرتا رہا لیکن آپ ہمیشہ یہی کہتے کہ ولی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، جب میں نے زیادہ زور دیا تو آپ نے فرمایا: ''واللہ مجھے اس کے علاوہ اور کوئی بات معلوم نہیں''۔ میں نے پوچھا قاضی اس کا نکاح کرا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ''ہاں! قاضی اس کا ولی ہے''۔

[مصنف عبدالرزاق، ج۶، ص۲۰۲، بحوالہ فقہ حسن بصری، ص ۸۰۰]

امام مسروق، امام زہری، امام ضحاک، امام ابراہیم نخعی، امام طبری، امام ابن حجر، امام بغوی، امیر صنعانی، امام قرطبی، امام شوکانی وغیرہ کی رائے گزشتہ صفحات میں ''ولی کا وجوب قرآن سے'' میں گزر چکی ہے۔

عطا ابن ابی رباح:

﴿ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾ (البقرہ:۲۳۵)

''تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ تم کنائے سے (مطلقہ عورت کی عدت میں) نکاح کا پیغام بھیجو یا اپنے دل میں مخفی رکھو، اللہ کو علم ہے کہ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے مگر (ایام عدت میں) پوشیدہ طور پر ان سے قول و قرار نہ کرو البتہ دستور کے مطابق کوئی بات کہہ دو اور جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ کو سب معلوم ہے، اس سے ڈرتے رہو اور جانے رکھو کہ اللہ بخشنے والا حلیم ہے۔''

جو عورت عدت میں ہو اس کو نکاح کا پیغام نہیں دیا جا سکتا لیکن اشارۃً کہا جا سکتا ہے۔ اس کی تفسیر میں عطا ابن رباح کہتے ہیں کہ اشارہ کنایہ میں عورت کو پیغام دے اسے تعریض کہتے ہیں، صاف صاف نہ کہے (مجھ سے نکاح کر لینا) مثلاً یوں کہے کہ مجھ کو بھی عورتوں کی حاجت ہے یا تم خوش ہو جاؤ اللہ کے فضل سے تمہارے کئی چاہنے والے ہیں، عورت یوں جواب دے، اچھا میں سنتی ہوں جو تم کہہ رہے ہے

ہو اور صاف صاف نکاح کا وعدہ نہ کرے۔ اسی طرح عورت کا ولی بھی عورت کو خبر کیے بغیر کسی سے نکاح کا وعدہ نہ کرے۔

[بخاری کتاب النکاح، باب قول اللہ عزوجل ولا جناح علیکم]

امام بخاری کی نقل کردہ عطا بن ابی رباح کی رائے سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان کا موقف یہ ہے کہ عورت کے نکاح میں ولی اختیار بھی رکھتا ہے اور اس کی شمولیت واجب ہے ورنہ وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ولی کسی سے عدت کے دوران عورت کے نکاح کا وعدہ کر لے تو شرعاً اس کا یہ وعدہ کرنے یا اسے پورا کرنے ہی کا حق نہیں، لہٰذا ولی کا عدت کے دوران کیا ہوا وعدۂ نکاح ہو یا بغیر عدت کے دونوں صورتوں میں توجہ کے لائق ہی نہیں۔

محدثین کرام کی رائے

امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب النکاح میں باب: "من قال لانکاح الابولی" دے کر اس کی تائید میں احادیث بھی نقل کی ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری بھی ولی کے وجوب ہی کے قائل ہیں۔

اس کے علاوہ گزشتہ صفحات میں جتنی بھی احادیث گزریں ان سب کو اپنی اپنی صحیح، سنن یا مسند میں نقل کرنے والے محدثین خود بھی ولی کے وجوب کے قائل تھے۔ مثلاً:

امام مسلم	امام ابوداود سجستانی
امام ابوعیسیٰ ترمذی	امام بیہقی
امام ابن حبان	امام ابن ماجہ
امام احمد بن حنبل	امام ابن ابی شیبہ
امام نسائی	امام دارمی

فقہائے اربعہ کی رائے

امام شافعی کی رائے:

امام شافعیؒ سے منقول ہے: ان العقد بغیر ولی باطل "ولی کے بغیر عقدِ نکاح باطل ہے"۔ [کتاب الام ۱۲/۵ ۔المغنی ۳۴۵/۹ ۔بحوالہ ھدیتہ العروس]

امام شافعی مندرجہ ذیل حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں کہ

الایم احق بنفسها والبكر تستاذن واذنها صماتها.

"شوہر دیدہ عورت ولی سے زیادہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی حق دار ہے اور کنواری عورت سے اجازت لی جائے گی اور اس کا خاموش رہنا اس کی اجازت ہے"۔

اس حدیث میں اَلْاَیِّمُ احقُ بنفسها کے الفاظ اس بات کی دلیل ہیں کہ کنواری عورت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس کا ولی اس کا زیادہ حق دار ہے۔ وہ کتاب الام میں فرماتے ہیں: سنتِ رسول ﷺ نے شوہر دیدہ اور کنواری عورت میں فرق کیا ہے اور شوہر دیدہ کو اپنی ذات کا ولی سے زیادہ حق دار ٹھہرایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنواری سے اجازت طلب کرنا ایک اختیاری معاملہ ہے یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ کنواری کے عدمِ رضا کی صورت اگر باپ کو نکاح کرانے کا حق حاصل نہیں ہوتا تو پھر کنواری اور شوہر دیدہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ ورنہ تو

بات یہ ہوگی کہ ہر عورت ولی سے زیادہ اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔[کتاب الام، ۱۵/۵۔بحوالہ قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ۵۷۵]

امام عبدالرحمٰن الجزری:

شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔نکاح کے پانچ ارکان ہیں، خاوند، بیوی، ولی، دو گواہ اور صیغہ یعنی ایجاب و قبول۔[کتاب الفقہ، ج٤، ص١٦]

امام مالک:

ابن رشد لکھتے ہیں؛امام مالک کا موقف یہ ہے کہ ولی کے بغیر نکاح صحیح نہیں اور ولی کی اجازت اور رضامندی صحتِ نکاح کے لیے شرط ہے۔

[ھدایۃ المجتھد، ص٧، ج٢، بحوالہ ھدیۃ العروس]

امام شافعی، امام احمد اور اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ولی عقدِ نکاح کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوتا اور نہ کوئی عورت از خود اپنا نکاح کرسکتی ہے۔اگر خود نکاح کرے گی تو نکاح درست نہیں ہوگا۔[کتاب الفقہ، ج ٤، ص١٥، شرح المنہاج للخطیب، بحوالہ قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ٥٦٧]

مالکیہ کے نزدیک ایک رکن سے مراد وہ امر ہے جس کے بغیر عقد کی شرعی حقیقت متحقق نہ ہو۔مثلاً فریقین کے بغیر عقد نہیں ہوسکتا۔فریقین سے مراد خاوند اور ولیِ زن ہیں۔[کتاب الفقہ، ص:١٦]

امام احمد بن حنبلؒ کی رائے:

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ اپنے حنبلی مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: بلاشبہ ولی کے بغیر عورت کا نکاح صحیح نہیں اور عورت اپنے علاوہ کسی دوسرے کے نکاح کی مجاز نہیں ہے اور نہ ہی اپنا نکاح کرانے کے لیے اپنے ولی کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو ولی بنانے کی مجاز ہے اگر اس نے ایسا کرلیا تو نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ [المغنی بحوالہ ھدیۃ العروس]

علماء احناف کی رائے:

امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عاقل، بالغ اور آزاد عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے ہوجاتا ہے خواہ ولی نے نکاح نہ بھی کیا ہو۔ [ھدایہ مع فتح القدیر ۲/۳۹۱ بحوالہ قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف]

بالغ عورت کا نکاح کنواری ہو یا شوہر دیدہ ولی کے بغیر ہوجاتا ہے۔ اس موقف میں امام ابوحنیفہ منفرد ہیں، کسی بھی محدث، مفسر نے ان کی اس رائے کی تائید نہیں کی۔ دورِ حاضر میں امام ابوحنیفہ کی اس رائے کی بنیاد پر پاکستان میں بھی یہ قانون سازی کی گئی ہے جس پر بہت سے عدالتی فیصلے گواہ ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب بہت سی لڑکیاں گھروں سے فرار ہوکر عدالت میں جاکر آزادانہ نکاح کر رہی ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ان کی تمام علمی جلالت اور شانِ فقاہت کے باوجود درست نہیں ہے۔ زیر نظر سطور میں ان کے دلائل اور ان میں

کمزوری کی نشاندہی دونوں ہی پیش کیے جارہے ہیں:۔

حنفاء کی دلیل نمبر (۱)

(۱)......اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾

''تم عورتوں کو ان کے شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے مت روکو''۔

اس میں عورتوں کو نکاح کرنے سے روکنے کی ممانعت ہے مگر اس کا وہ مفہوم نہیں جو دوسرے لوگ (یعنی ائمہ وتابعین وغیرہ) سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ نے اس آیت میں اولیاء کو منع کیا ہے کہ عورتوں کو نکاح کرنا چاہیں تو مت روکو اور منع اس چیز سے کیا جاتا ہے جو چیز کسی کے اختیار میں ہو۔[قواعد اصولیہ میں فقہا کا اختلاف ص ۵۷۰] یعنی عورت کے اختیار میں خود اپنا نکاح کرنا ہے لہذا یہ اختیار دے کر اس کے اولیا کو یہ اختیار سلب کرنے سے روکا جارہا ہے)

محاکمہ:

اس پر تفصیل سے بحث ''ولی کا وجوب قرآن حکیم سے'' میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے البتہ اس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ معقل بن یسار اس عورت کے ولی تھے، جس کو طلاقِ رجعی کے بعد انہوں نے قسم کھا کر اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرنے سے روک دیا تھا۔ اللہ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ عورت کو نکاح سے مت روکیں بلکہ دوبارہ نکاح کر دیں۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

○......ولی کا اختیار کنواری عورت کا نکاح کرنے میں تھا اور شوہر دیدہ کے نکاح کا اختیار بھی ولی کے پاس تھا۔لہٰذا ولی کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ شوہر دیدہ عورت کو اپنا فیصلہ خود کرنے دے اور اس میں رکاوٹ نہ بنے۔

○......ولی کو حکم دیا گیا کہ شوہر دیدہ جہاں جا رہی ہے وہاں اس کا نکاح کر دے۔یہی وجہ ہے کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑا۔

○......ولی کا اختیار کنواری عورت کا نکاح کرنے میں شوہر دیدہ عورت کی نسبت زیادہ ہے۔

اس آیت کا مفہوم دوسرے تمام صحابہ اور فقہا نے یہ لیا ہے کہ ولی کا اختیار ہے تبھی تو اسے کہا گیا کہ عورت کی مرضی کا احترام کرے۔

احناف کی دلیل نمبر (۱)

"قواعد اصولیہ میں فقہاء کا اختلاف" کے مرتب لکھتے ہیں: دوسرے بات یہ کہ احناف نکاح کا معنی وطی (مباشرت) لیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم میں نکاح عقد اور وطی دونوں کے معنی میں مشتمل ہے۔مذکورہ آیت میں نکاح کا معنی عقد لے کر وہ اپنے اصول کی خود مخالفت کرتے ہیں۔[ص ۵۷۰]

احناف کی دلیل نمبر (۲)

امام ابوحنیفہ کا کہنا ہے یہ ہے کہ حدیث "الايم احق بنفسها من وليها" "شوہر دیدہ عورت اپنے ولی کی نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے"۔میں ایم سے مراد وہ عورت ہے جس کا خاوند نہ ہو چاہے شوہر دیدہ ہو چاہے کنواری۔اور یہ

حدیث ولی سے متعلق تمام احادیث میں زیادہ صحیح ہے اگر بوقت تعارض ترجیح کی ضرورت ہوتو اسے ترجیح حاصل ہے۔

[قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ۵۷۰]

محاکمہ:

اگر حنفاء کے مذہب کے مطابق اس حدیث میں ایم کا مطلب کنواری ہو یا شوہر دیدہ بے شوہر عورت کیا جائے تو اسی حدیث کے پہلے جزء کا کیا مطلب لیا جائے گا جس میں یہ وضاحت ہے کہ کنواری سے اجازت لی جائے اور یہ کہ اس کا چپ رہنا ہی اس کی رضامندی ہے؟

احناف کی دلیل نمبر (۳)

عورت کا نکاح ولی کے درست ہونے کے موقف کی تائید میں احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ عاقل، بالغ عورت خالص اپنے حق میں تصرف کرتی ہے اور اس میں اہلیت موجود ہے کیونکہ وہ عاقل، بالغ اور صاحبِ شعور ہے۔ جب وہ کوئی بھی مالی معاملہ کرسکتی ہے تو اسے نکاح کا اختیار بھی حاصل ہے۔ ولی کا حکم تو اس وجہ سے ہے کہ عورت کی طرف یہ بات نہ منسوب کی جائے کہ وہ بے شرم ہے۔

[قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ۵۷۰]

محاکمہ:

دراصل اس میں نکاح کو مالی معاملے پر قیاس کیا گیا ہے جو درست نہیں۔ کیونکہ نکاح ایک مستقل معاشرتی معاہدہ ہے جس میں برضا و رغبت میاں بیوی کے

حقوق وفرائض ایک دوسرے پر مستقل عائد ہو جاتے ہیں، جب کہ مالی معاملہ کر لینے کے بعد بائع اور مشتری کا تعلق ختم ہو جاتا ہے لہذا یہ قیاس ہی درست نہیں۔

رہی یہ بات کہ ولی کی ذمہ داری صرف اخلاقی حیثیت رکھتی ہے تا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ عورت بے شرم ہے۔

یہی بات تو قرآن وحدیث کے دلائل اور دیگر فقہا کی رائے میں مضمر ہے کہ عورت چونکہ گھر میں رہنے والی اور بیرونی امور سے ناواقف ہوتی ہے اس میں شرم وحیا کا موجود رہنا اس کی نسوانیت کے لیے ضروری ہے۔ اگر اسے یہ اجازت دے دی جائے کہ وہ بغیر ولی کے نکاح کر لے تو بہت جلد وہ اپنے شرم وحیا سے دستبردار ہو کر بے حیائی و بے راہروی پر اتر آئے گی۔ ولی کا وجود ایک ایسا مضبوط حصار ہے جو عورت کے لیے کسی بھی بے حیائی کے کام سے مانع ہوتا ہے۔ اس لیے عورت پر تا حیات یہ پابندی عائد کی گئی کہ ولی ہی کی ماتحت رہے اور ولی اپنی زیر سرپرستی عورتوں کے ان معاملات کی نگرانی کرے جن کا تعلق بیرونی دنیا سے اور خصوصاً غیر مردوں سے متعلق ہے تا کہ وہ بے شرم نہ بن جائے۔

احناف عورت کے نکاح میں ولی کی شمولیت کو فرض کی بجائے مستحب کہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مستحب ہے کہ عورت بذات خود نکاح میں شریک نہ ہو بلکہ اس کا ولی ہو جو عاقل، نیک اور اس کا قریبی رشتہ دار ہو۔ گواہوں کا بھی نیک ہونا مستحب ہے۔ [کتاب الفقہ، ص ۱۰]

احناف کا مندرجہ بالا موقف کس قدر کمزور ہے اور اس سے کیا کیا مفاسد پیدا

ہوں گے اس پر اگلے صفحات میں تفصیل سے بات کی جائے گی۔

احناف کے اس موقف سے امام ابوحنیفہؒ کے دو اہم اور ممتاز شاگردوں امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی اختلاف کیا ہے۔

امام ابویوسفؒ کی رائے تو بعینہ وہی ہے جو رائے گزشتہ صفحات میں امام مالکؒ کی بیان کی جاچکی ہے۔ یعنی ولی کا نکاح میں شامل ہونا نکاح کا رکن ہے۔[دیکھیے قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف]

امام محمدؒ کا موقف یہ ہے کہ ولی کے بغیر کیا گیا نکاح موقوف ہے۔(یعنی جب تک ولی ہاں نہ کرے، نکاح کا عمل روک دیا جائے گا)۔[ھدایہ مع فتح القدیر ۲/۳۹۱ بحوالہ قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف، ص ۵۶۹]

امام عبدالرحمٰن الجزری اپنی تالیف ''کتاب الفقہ'' میں ولی کے بارے تمام مذاہب کے دلائل اور موقف بیان کرنے کے بعد خلاصے کے طور پر لکھتے ہیں۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ اس بات پر متفق ہیں کہ عقدِ نکاح میں ولی کا ہونا ضروری ہے لہٰذا ہر وہ نکاح جو ولی یا اس کے قائم مقام کے بغیر ہو وہ باطل ہے۔ پس کسی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی حال میں بھی خود اپنا عقدِ نکاح کر لے، خواہ وہ پوری عمر کی ہو یا صغیر سن ہو، ذی عقل ہو یا جنون زدہ البتہ شوہر دیدہ ہے تو اس کا نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مناسب نہیں۔

حنفیہ کو اس سے اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ ولی کا ہونا صغیر سن یا دیوانی بالغہ عورت کے لیے ضروری ہے لیکن عاقل بالغ عورت خواہ باکرہ ہو یا شوہر دیدہ اس کا

حق ہے کہ وہ جس سے چاہے اپنا نکاح آپ کر لے۔ اب اس نے کفو میں شادی کی ہے تو خیر ورنہ اس کے ولی کو اعتراض کرنے اور نکاح فسخ کروانے کا حق حاصل ہے۔ [کتاب الفقه، ج ٤، ص٦٧]

دیگر احکامات سے وجوبِ ولی کے دلائل

مہر مثل:

اگر ایک عورت یا مرد نکاح کے بعد فوت ہو جائے اور ابھی مہر کا تعین نہ کیا گیا ہو تو عورت کو مہر مثل دلوایا جائے گا۔ مہر مثل سے مراد مہر کی وہ اوسط مقدار ہے جو عورت کے باپ کی رشتہ دار خواتین کو عموماً ادا کی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان صرف باپ ہی کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ مہر کسی خاندان کی مالی، نسبی، معاشرتی حالت کو سامنے رکھ کر طے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مہر متعین نہ ہونے کی صورت عورت کو مہر مثل دلوایا جائے گا۔

اس کی دلیل مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتی ہے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ اس نے کسی عورت سے نکاح کیا مگر مہر مقرر نہ کیا اور نہ ہی خلوت کی کہ اس کی وفات ہو گئی۔ (اب مہر کا کیا حکم ہے؟) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسے اس کے خاندان کی عورتوں کے مثل (برابر) مہر دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ زیادہ اور وہ عورت عدت بھی گزارے گی اور (خاوند کی) میراث سے

حصہ بھی لے گی۔ یہ سن کر معقل بن سنان اشجعی نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمارے خاندان کی ایک عورت بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ یہ سن کر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے (کہ ان کا فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق نکلا)۔[سنن ترمذی، کتاب النکاح باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً۔ ۲۱۱۵۔ابن ماجہ ۱۷۹۱۔نسائی ۱۲۱/۶۔ بیہقی ۲۴۵/۷۔بحوالہ ھدیۃ العروس]

مہر مثل دلوانے کے اس مسئلے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ باپ ہی ولی ہوتا ہے یا پھر باپ اور بیٹی کے عصبات اور وہی کسی خاندان کے سرپرست اولیاء اور خاندانی امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ چونکہ خاندان کی دیگر عورتوں کے مہر ولی کی رضا مندی سے متعین کیے گئے ہیں لہذا کوئی شخص ایسی عورت کا مہر از خود مقرر نہیں کر سکتا جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا اور اس کی وفات ہوگئی یا خاوند وفات پا گیا یا طلاق ہوگی بلکہ اس کا مہر اس کے خاندان کی دیگر عورتوں کے مہر کی مقدار کے لگ بھگ مقرر کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ خاندان کی عورتوں سے مراد کسی عورت کی باپ کی طرف سے بہن یا حقیقی بہنیں، پھوپھیاں یا چچازاد بہنیں وغیرہ ہیں۔

پردہ:

مسلمان عورت حجاب میں رہتی ہے، وہ غیر مردوں کی مجلس میں نہیں آتی جاتی، نہ ہی اسے شریعت یہ اجازت دیتی ہے کہ وہ غیر مردوں کے احوال و حالات کی ٹوہ میں رہے۔ نہ ہی وہ بغیر ضرورت کے گھر سے باہر جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

تو اس کو یہ حکم دیا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾ (النور:)

''اور اپنے گھروں کے اندر ہی ٹک کر بیٹھی رہو اور جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو''۔

غیر مردوں کی مجلسوں میں جانے پر یہاں تک پابندی ہے کہ وہ نماز عید کے اجتماع میں بھی مردوں میں صف بنا کر نماز نہیں پڑھ سکتی بلکہ اس کے لیے مردوں سے الگ اہتمام کیا جاتا ہے۔ [دیکھیے صحیح بخاری، کتاب العلم،]

اسے غیر مردوں کے حسن کے بارے بھی رائے زنی کی اجازت نہیں، جس کا اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے کہ انہیں ایک گھر سے عورتوں کی باتوں کی آواز سنائی دی۔ یہ عورتیں شہر کے خوب صورت ترین مرد کے بارے بات کر رہی تھیں۔ صبح آپ نے اس مرد کو بلوایا، وہ واقعی خوب صورت تھا، آپ نے اس کے بال منڈوا دیے لیکن اس کا حسن مزید نکھر آیا۔ آپ نے عورتوں کے فتنے میں مبتلا ہو جانے کے پیش نظر اسے بصرہ بھجوا دیا۔

(فقہ عمر رضی اللہ عنہ)

رب کریم نے بھی ایسی عورت کی تعریف کی ہے جو اپنے گھر کے علاوہ باہر کے امور سے خصوصاً نکاح کے متعلقات اور خرید و فروخت اور حالات حاضرہ وغیرہ سے بے خبر ہو۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۠ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾(النور:٢٣)

''اور جو لوگ پرہیز گار، برے کاموں سے بے خبر اور ایماندار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا''۔

جو عورت اپنے شہر، اپنے اردگرد اور اپنے زمانے کے مردوں کے حالات، خیالات اور شکل وصورت سے ہی بے خبر ہو اور اس کے بے خبر ہونے کو اللہ تعالیٰ نے بھی پسند کیا ہو بھلا وہ اپنے نکاح کا معاملہ از خود کسی مرد سے کیسے چلا سکتی ہے؟

اہلیتِ ولی کی شرائط

ولی مسلمان ہو:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ رائے ہے کہ نکاح میں مسلمان عورت کے ولی کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ کوئی کافر کسی مسلمان عورت کا ولی نہیں بن سکتا خواہ مذکورہ عورت اس کی اپنی بہن یا بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔

(کشف الغمہ بحوالہ فقہ عبداللہ بن عباس ص:۷۲۶)

کیونکہ مرد کے مسلمان ہو جانے کے بعد رشتہ داروں سے بعض امور کا تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً ولایتِ نکاح کا حق، اور حقِ وراثت، مسلمان عورت کا مشرک یا اہلِ کتاب رشتہ دار یا غیر رشتہ دار مرد سے نکاح کرنا، وغیرہ۔

اگر رشتہ داروں میں سے عورت کا کوئی ولی بھی مسلمان نہ ہو تو اس کا ولی سلطان ہوگا۔

جب کہ حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی عورت نو مسلم ہو اور اس کے ولیوں میں سے کوئی بھی مسلمان نہ ہو تو وہ عورت جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہو وہ شخص اس کا ولی ہوگا۔ (المغنی، ج۶، ص۴۶۱، بحوالہ فقہ حسن بصری، ص۸۰۱)

ولی کے مسلمان ہونے میں تمام صحابہ اور فقہا کا اتفاق ہے۔

ولی مرد ہو:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتزوج المراۃ المراۃ ولا تزوج المراۃ نفسھا فان الزانیۃ ھی التی تزوج نفسھا [سنن ابن ماجہ، ۱۸۲۷]

''کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے، اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح آپ کرے، بے شک وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح آپ کرتی ہے''۔

ہر مکتبہِ فکر کے امام کے نزدیک مرد کا ولی ہونا ضروری ہے۔ حنفاء کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ولی مرد ہو لیکن وہ ولی کو نمائندہ یا وکیل کے معنوں میں لیتے ہیں اور نکاح میں اس کی موجودگی کو واجب نہیں سمجھتے۔ (دیکھئے کتاب الفقہ)

رشد (سمجھ داری):

ولی کے استحقاق کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ سمجھ دار ہو، سفیہ، بے وقوف، فاتر العقل اور کم عمر یعنی نابالغ نہ ہو۔

حسن بصریؒ کی رائے یہ ہے کہ ولی غیر رشد یعنی ناسمجھ ہو تو اس صورت میں نکاح کی ولایت اگلے ولی کو منتقل ہو جائے گی۔ (فقہ حسن بصری، ص ۸۰۰)

مالکیہ کے نزدیک ولی بننے کے لیے رشید (سمجھ دار) ہونا ضروری ہے یعنی وہ اس بات سے واقف ہو کہ شرافتِ نسب اور نکاح کے فوائد کیا ہیں۔

(کتاب الفقہ، ص: ۲۷)

شافعیہ کا کہنا ہے کہ ولی بے عقلی کی وجہ سے معاملات میں نا اہل (مجور) قرار

نہ دیا گیا ہو۔ (کتاب الفقہ، ج ۴، ص: ۸)

ترتیب ولایت:

محمد رواس قلعجی لکھتے ہیں: نکاح میں ولی کی وہی ترتیب ہے جو وراثت میں ہے، اگر قریب ترین عصبہ موجود ہو تو دور کے عصبہ کو ولایت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

(فقہ حسن بصری، ص: ۷۹۹)

اقرب ولی کی موجودگی میں کوئی دوسرا ولی نہیں بن سکتا، ایک عورت کا ولی سجستان گیا ہوا تھا۔ حسن بصریؒ سے پوچھا گیا ''کیا اس کے ولی کا ولی (دادا چچا وغیرہ) نکاح کرا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا ''نہیں اسے خط لکھ کر بلا لو''۔ جب انہیں کہا گیا کہ اس طرح تو دیر ہو جائے گی تو آپ نے کہا کہ عورت صبر کرے (فقہ حسن بصری، ص: ۷۹۹) اگر اقرب ولی لاغر یا فاتر العقل ہو جائے تو اس صورت میں اقرب ولی کے بعد تمام عصبات میں سے جو عورت کا اقرب ہو، اسے ولایت کا حق حاصل ہوگا۔

ولی کا کسی کو وکیل مقرر کرنا:

اقرب ولی نے موت کے وقت جس شخص کے حق میں وصیت کی ہو وہ شخص ولایت کا حق دار ہے یا اقرب ولی جسے اپنی زندگی ہی میں وکیل مقرر کر دے وہ ولی ہوگا۔

جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فالسطان ولی من لاولی له.

[صحیح سنن ترمذی للالبانی، الجزء الاول ، رقم الحدیث: ۸۸۰]

''پس جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے''یعنی حاکمِ وقت

لونڈی کا ولی:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾(النساء:۲۵)

''(لونڈی کے ساتھ) ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کر دو بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والیاں اور نہ چوری چھپے یارانہ گانٹھنے والیاں''۔

لہٰذا لونڈی کا نکاح اس کا مالک بحیثیت ولی کرے گا اور لونڈی کا مہر بھی مالک وصول کرے گا۔ اگر لونڈی کی مالکہ عورت ہو تو عورت اپنی لونڈی کا نکاح اپنے ولی کی وساطت سے کرائے گی۔(المغنی، ج٦ ص٤٤٩ بحواله فقهِ حسن بصری ، كتاب الفقه علی المذاهب الاربعه)

آزاد کردہ لونڈی کا ولی:

آزاد کردہ لونڈی کا اگر کوئی بھی مسلمان ولی نہ ہو تو اس کا ولی وہ شخص ہوگا جس نے اسے آزاد کیا ہے۔[كتاب الفقه علی المذاهب الاربعه]

چند فقہی اصطلاحات

ولی مجبر:

ولی مجبر سے مراد ایسا ولی ہے جو عورت پر زبردستی کر سکتا ہے اور یہ صرف باپ کو ہی حق ہے۔ کسی اور ولی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

مالکیہ:

ولی مجبر کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں "ایسا ولی جو اپنی بیٹی کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے چاہے وہ بالغہ ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی باپ یا باپ کا مقرر کردہ نمائندہ، لونڈی اور غلام کا مالک"۔ (کتاب الفقہ، ج۴، ص۳۶)

شافعیہ:

"باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی کنواری لڑکی کا نکاح جبراً کر دے خواہ وہ بالغہ ہی ہو"۔ (کتاب الفقہ، ج۴، ص۲۷)

حنفیہ کہتے ہیں "ولی ہمیشہ مجبر ہوتا ہے یعنی بلا حصول اجازت اسے نکاح کر دینے کا حق ہوتا ہے۔ کیونکہ ولی بننے کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ دوسرے پر اپنی مرضی ٹھونس سکے خواہ وہ راضی ہو یا نہ ہو۔ پس حنفیہ کے نزدیک وہ ولی جس پر نکاح موقوف ہوتا ہے وہ مجبر ہوتا ہے"۔ (کتاب الفقہ، ص:۳۷)

حنابلہ کہتے ہیں کہ ولی مجبر صرف باپ ہی ہے۔ دادا اپنی مرضی سے پوتی کی شادی نہیں کر سکتا۔ دوسرا ولی مجبر جسے بلا اجازت شادی کر دینے کا حق حاصل ہے وہ شخص ہے جسے باپ نے بیٹی کے نکاح کے معاملے میں ولی بنایا ہو۔ تیسرا ولی حاکم ہے جب کہ باپ یا باپ کا ولی موجود نہ ہو۔ (کتاب الفقہ، ص ۳۸، ۳۹)

ولی مجبر کے بارے میں فقہ کی کتب میں مزید تفصیل بھی دی گئی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ باپ کو نابالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی رضامندی کے کر دینے کا اختیار ہے البتہ بڑے ہونے پر اگر وہ اس کو ناپسند کرتی ہے تو نکاح فسخ کرا دینے کا حق رکھتی ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ بالغ لڑکی اگر اپنے معاملات میں سمجھ دار نہ ہو تو باپ بغیر اجازت نکاح کر سکتا ہے البتہ اگر لڑکی (رشیدہ) سمجھ دار ہو تو باپ کو چاہیے کہ اس کی اجازت حاصل کرے اور یہی رسول اللہ ﷺ کا بھی ارشاد ہے۔

باپ کے سوا کسی اور ولی کو لڑکی کو نکاح پر مجبور کر دینے کا اختیار نہیں۔ البتہ وہ نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے، جب وہ بالغ ہو گی تو اسے "خیار بلوغ" (نکاح باقی رکھنے یا نہ باقی رکھنے کا اختیار) حاصل ہو جائے گا۔ (المغنی ابن ابی شیبہ الاشراف)۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ باپ میں اپنی بیٹی کے ساتھ شفقت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور وہ اس کے مفادات کا بہتر انداز میں تحفظ کر سکتا ہے۔ (فقہ حسن بصری، ص ۸۰۱)

ولی مرشد:

اس سے مراد ایسا ولی ہے جو اپنی اولاد کا خیر خواہ بھی ہو اور معاملات طے

کرنے میں سمجھ دار بھی ہو، اگر کسی لڑکی یا عورت کا ولی مرشد نہ ہو یعنی وہ بیوقوف ہو یا ظالم ہو تو ایسی صورت میں دوسرا قریبی عصبہ (مرد) عورت کا ولی ہوگا۔

ولی اقرب:

کسی عورت کے تمام قریبی رشتہ دار عصبہ مردوں میں سے جو سب سے قریبی ہو اسے ولی اقرب کہا جاتا ہے مثلاً باپ ہو تو وہی ولی اقرب ہوتا ہے اس کے ہوتے ہوئے کوئی اور ولی نہیں ہوسکتا، باپ نہ ہو تو پھر دادا، دادا نہ ہو تو پھر بھائی، اور اگر بیٹا ہو تو وہ ولی ہوگا۔ ولی اقرب کے مقابلے میں ولی البعد کی اصطلاح کا استعمال ہے جس کا مطلب ہے دور کا رشتہ دار مرد ولی۔

ولی بالکفایہ:

ایسی لڑکی جس کا باپ نہ ہو اور خاندان کے لوگ بھی نہ ہوں تو اس کا ولی وہ شخص ہوگا جس کے گھر اس نے پرورش پائی ہے۔ مالکیہ اسے ولی بالکفایہ کہتے ہیں۔ البتہ اس کے لیے یہ دیکھا جائے گا کہ وہ لڑکی اس شخص کی کفالت میں اتنا عرصہ رہی ہو کہ ان کے گھر والوں سے مانوس ہو چکی ہو جس قدر اپنے والدین سے مانوس ہوتی ہے۔ اگر کسی عورت نے لڑکی کی پرورش کی ہے تو وہ عورت ولی نہیں بن سکتی ہے۔ بلکہ وہ عورت اپنے ولی کو اس کے ولی کی حیثیت دے کر اس کے ذریعے اس لڑکی کا نکاح کرائے گی۔ کیونکہ عورت کا عورت نکاح نہیں کرا سکتی اور نہ عورت اپنا نکاح خود کرا سکتی ہے۔

ولی کا اپنی زیرِ سرپرستی عورت سے خود نکاح کرنا

اگر کوئی ولی اپنی زیر سرپرستی عورت سے خود نکاح کرنا چاہتا ہو تو اسے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے:۔

(۱)......عورت کو مہر کی اتنی مقدار ادا کرے جو اس عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں کی مقرر کرنے کا رواج ہے۔(صحیح بخاری، کتاب الحیل)

(۲)......عورت کی خیر خواہی پیش نظر رکھے۔(صحیح بخاری، کتاب الحیل)

(۳)......عورت کا ولی کسی اور رشتہ دار کو ولی مقرر کر دے۔

(فقہ حسن بصری، ص ۸۰۲)

(۴)......دو عادل گواہ کر لے۔

(۵)......نکاح کی تشہیر اور اعلان کرنا بھی ضروری ہے۔

عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا سورۃ النساء کی اس آیت کا کیا مطلب ہے؟:

﴿وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ

لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء: ۳)

''اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اس کے سوا تم کو جو عورتیں پسند ہوں دو دو، تین تین، یا چار چار ان سے نکاح کر لو''۔

انہوں نے کہا ''اس کا مطلب ہے کہ ایک یتیم لڑکی اپنے ولی کی پرورش میں ہو پھر اس کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح کرنا چاہے مگر مہر مثل سے کم مہر مقرر کرے تو ایسے نکاح سے ممانعت ہوئی البتہ پورا مہر ادا کر کے وہ اس سے نکاح کر سکتا ہے''۔ (صحیح بخاری، کتاب الحیل)

اس آیت میں ایسا ولی مراد ہے جو عورت سے نکاح بھی کر سکتا ہے جب کہ عورت کا کوئی اور ولی اقرب موجود نہ ہو مثلاً چچا کا بیٹا، والد کا چچا زاد بھائی وغیرہ

اسوہ رسول ﷺ ولی کے معاملے میں

○ رسول ﷺ نے جو نکاح بعد از اسلام آزاد عورتوں سے کیے ان کے نکاح کا پیغام ان کے اولیاء ہی کو دیا، اُن کے اولیاء ہی نے اپنی بیٹیوں یا اپنی بہنوں کو آپ کی زوجیت میں دیا۔ عروہ بن زبیرؒ سے روایت ہے:

ان رسول ﷺ خطب عائشةؓ الیٰ ابی بکرؓ فقال له ابو بکر انما ان اخوک، فقال: انت اخی فی الدین و کتابه وھی لی حلال.

''رسول ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام دیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں تو آپ ﷺ کا بھائی ہوں (تو عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بھتیجی ہوئی لہٰذا نکاح کیسے کریں گے) تو آپ ﷺ نے فرمایا تو میرا دینی بھائی ہے اور عائشہ میرے لیے حلال ہے''۔

(بخاری کتاب النکاح، باب تزوج الصغار من الکبار)

○ جب ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں تو عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عثمان

رضی اللہ عنہ بن عفان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لو تو انہوں نے کہا میں غور کروں گا۔ میں نے کئی رات انتظار کیا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے تو کہنے لگے میری رائے ٹھہری ہے کہ ابھی نکاح نہ کروں۔ پھر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کے پاس گیا اور ان سے کہا "اگر تم منظور کرو تو میں حفصہ کا نکاح تم سے کر دوں"۔ (زوّجتک حفصة) انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اور مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے بھی زیادہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انکار برا لگا اس کے بعد چند راتیں گزریں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔(بخاری، کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنته او اخته اهل الخیر)

○ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا خاوند حبشہ جا کر عیسائی ہو گیا اور بحالت کفر ہی مر گیا تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بادشاہ کی ایک کنیز نے پیغام پہنچایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ پیغام آیا ہے کہ میں تمہارا نکاح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو اپنا ولی اور وکیل مقرر کیا جو ان کے ابن عم (چچا زاد) تھے۔ نکاح کی مجلس منعقد ہوئی تو خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے کی تکمیل کرتے ہوئے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتا ہوں۔ (البدایہ والنهایہ از ابن کثیر۔ طبقات ابن سعد ۸/۹۸،۹۷)

ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے اس نکاح سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے از خود اپنے نکاح کے معاملات طے کرنے کی بجائے اپنے سب سے قریبی ولی خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے تمام امور کیے حالانکہ وہ شوہر دیدہ خاتون تھیں۔

○ نبی ﷺ نے اپنی بیٹیوں کے نکاح خود کیے اور پیغام دینے والوں نے ہی آپ ﷺ کو ان کے نکاح کا پیغام دیا۔ سنن نسائی میں روایت ہے کہ:

خطب ابو بکرؓ و عمرؓ فاطمہؓ فقال رسول الله ﷺ : انها صغيرة فخطبها على فزوجها منه

ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ نے فرمایا: وہ کم سن ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے پیغام دیا تو آپ ﷺ نے ان سے (فاطمہؓ کا) نکاح کر دیا۔ (نسائی، کتاب النکاح، باب تزوج المرأة مثلها في السن، ۳۲۲۳ شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، اسلام کا نظام عصمت وعفت)

ایک اور روایت میں علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ کی بیٹی کے نکاح کا پیغام دیا۔ میں نے سوچا میرے پاس تو کچھ نہیں، پھر یہ نکاح کیسے ممکن ہے؟ لیکن رسول اللہ ﷺ کی صلہ رحمی کے پیش نظر آپ ﷺ سے نکاح کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا ''تمہارے پاس کچھ ہے؟'' میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا ''وہ حطمی زرہ کیا ہوئی''؟ میں نے عرض کی ''وہ تو میرے پاس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ بطور مہر دے دو''۔ چنانچہ میں نے وہ زرہ بطور مہر دے دی۔ (مسند احمد ۱/۸۰۔ ابوداود: ۲۱۲۵۔ نسائی۔ حمیدی: ۳۸۔ ہدیۃ العروس)

ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہی نکاح کے دیگر معاملات بھی طے کیے تھے۔ یاد رہے کہ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ انہوں نے پرورش بھی آپ ﷺ کے ہاتھوں ہی پائی تھی۔ اس کے باوجود

نکاح کی بات علیؓ نے براہ راست سے نہیں کی بلکہ آپؐ سے ہی کی تھی۔

○ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی زینبؓ، رقیہؓ، اور ام کلثومؓ کے نکاح بھی خود کیے اور آپ ہی کو ان کے نکاح کے پیغام دیئے گئے۔

یاد رہے کہ آپ ﷺ اور آپؐ کے گھرانے کے معاشرتی معاملات تمام امت کے لیے نمونہ تھے۔ اگر ان معاملات کے علاوہ بھی کچھ ہوتا تو یقیناً آپؐ کے گھرانے میں اس کا عملی اظہار پایا جاتا۔ صرف یہی نہیں رسول اللہ کے صحابہؓ نے بھی جب نکاح کیے تو براہ راست صرف ان عورتوں کو پیغام دینے کا ذکر ملتا ہے جو شوہر دیدہ تھیں لیکن کنواری لڑکیوں کے بارے میں اشارہ تک بھی نہیں ملتا کہ براہ راست انہیں پیغام دیا گیا ہو۔

○ مغیرہ بن شعبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کا ارادہ کیا اور رسولؐ سے اس کا اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے دیکھ لو اس طرح تمہاری محبت زیادہ ہوگی۔ مغیرہ کہتے ہیں پھر میں ایک انصاری عورت کے گھر گیا اور اس کے والدین سے رشتہ مانگا اور انہیں یہ بھی بتا دیا کہ رسولؐ نے مجھے دیکھ لینے کا کہا ہے لیکن عورت کے والدین نے اس کو ناپسند کیا۔ مغیرہ کہتے ہیں وہ عورت اپنے پردے والی جگہ پر تھی (کانت فی خدرھا) اور اس نے میری بات سن لی اور کہنے لگی "اگر تمہیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم مجھے دیکھو تو تم مجھے دیکھ لو ورنہ میں تمہیں قسم دیتی ہوں کہ مجھے نہ دیکھنا"۔ میں نے اسے دیکھا اور پھر اس سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ میرا خوب نباہ رہا۔ (ابن ماجہ، کتاب النکاح، النظر الی

الامرأۃ اذا اراد ان تزوج:۱۸٦٦۔سنن ترمذی:۱۰۸۷۔نسائی:۵۲۳۵۔ازھدیۃ العروس)

اس واقعے سے پتا چلتا ہے کہ صحابہ کرام نکاح کا پیغام براہ راست عورت کو نہیں بلکہ اس کے اولیاء کو دیا کرتے تھے۔

○ محمد بن مسلمہؓ کہتے ہیں میں نے ایک عورت کے لیے نکاح کا پیغام دیا پس اس کو چھپ کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا، آخر ایک دن اس کو اس کے کھجور کے باغ میں دیکھ لیا۔کسی نے محمد بن مسلمہؓ سے کہا آپ صحابی ہو کر اس طرح کے کام کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

اذا القیی اللہ فی قلب امر ء ی خطبۃ امر أ ۃ فلا باس ان ینظر الیھا .

"جب اللہ تعالیٰ کسی مرد کے دل میں کسی عورت سے نکاح کا ارادہ پیدا فرما دے تو اس کے لیے عورت کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں"۔(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان تزوج۔۔۔۱۸٦۴۔مسند احمد ۴/۲۲۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۴/۲۵٦۔سنن سعید بن منصور:۱/۱۷۲۔شرح معانی الآثار: ۳/۱۴۔المعجم الکبیر:۱۹؍۲۲۴۔تحقیق مصنف ھدیۃ العروس)

اگر محمد بن مسلمہ نے عورت کو براہ راست پیغام دیا ہوتا تو وہ اس کو ارادہ ہونے کے بعد دیکھ بھی سکتے تھے۔اس سے پتا چلتا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے عورت کے اولیاء سے بات کی تھی اور دیکھنے کے لیے انہوں نے از خود کوشش کی لیکن اگر عورت کو بغیر یہ پتا چلے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے یا دیکھنا چاہتا ہے حالانکہ جس عورت

سے نکاح کی بات کھل کر کی جاسکتی ہے اس کو آسانی سے دیکھا بھی جاسکتا ہے۔

○ عبداللہ بن وداعہ کہتے ہیں میں سعید بن میتب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ میری بیوی فوت ہوگئی تو چند دن نہ جاسکا۔ آپ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی، میں نے بتایا تو آپ نے کہا ''کیا نکاح کے لیے کوئی عورت دیکھی؟'' میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے مجھ قلاش سے کون نکاح کرے گا؟ آپ نے فرمایا'' میں تم سے اپنی بیٹی کا نکاح کرتا ہوں''۔ چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا، اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور دو یا تین درہم مہر پر میرا نکاح پڑھا دیا۔ میں خوشی کے مارے مجلس سے اٹھا۔ گھر لوٹا، میرا روزہ تھا، افطار کے لیے روکھی روٹی سامنے رکھی، اتنے میں دروازہ کھٹکا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی سعید۔ میں نے سوچا یہ کون سعید ہوسکتا ہے؟ سعید بن میتب تو چالیس سال سے گھر سے باہر نہیں گئے۔ خیر دروازے پر پہنچا تو دیکھا سعید بن میتب ہیں، انہوں نے کہا مجھے اچھا نہ لگا کہ تم تنہا رہو تمہاری بیوی حاضر ہے، اسے دروازے کے اندر داخل کیا اور خود چلے گئے۔ میں نے بیوی کو دیکھا تو وہ حسن وجمال میں یکتا تھی۔ قرآن حکیم کی عالمہ تھی، احادیث نوک زباں پر تھیں۔ اور عورتوں سے زیادہ شوہر کے حقوق سے واقف تھی۔ سعید بن میتب سے عبدالملک خلیفہ نے رشتہ طلب کیا تھا تو سعید بن میتب نے انکار کر دیا تھا۔ (ابن خلکان ص۲۰، ج۱۔ طبقات ابن سعد وغیرہ۔ ہدیۃ العروس، اسلامی معاشرت)

اس واقعے سے یہ پتا چلتا ہے کہ سعید بن میتب ہی کو ان کی بیٹی کا خلیفہ عبد

الملک بن مروان نے پیغام دیا تھا اور انہوں نے ٹھکرا دیا تھا جبکہ عبداللہ بن وداعہ کو انہوں نے اپنی مرضی سے رشتہ دیا، اپنی مرضی سے نکاح کیا اور بغیر کسی مطالبے کے فوراً بیٹی کو شوہر کے گھر پہنچا آئے۔ اس میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ بیٹی کا اختیار سمجھتے ہوئے اسے پوچھا گیا یا براہ راست کسی نے اس لڑکی کو پیغام دیا۔ نیز یہ لڑکی قرآن و سنت کی عالمہ تھی۔ اگر اسلامی رو سے لڑکی کے ولی کا اختیار نہ ہوتا تو وہ اپنا نکاح اور معاملات از خود طے کر تی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ولی اپنی مرضی سے جہاں چاہے نکاح کرے البتہ اس کی اجازت لے لے تو بہتر ہے۔ اگر اجازت نہ لے تو بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ والدین اپنی اولاد کی عادات سے واقف ہوتے ہیں اور ان کے مستقبل کے ان سے بھی کہیں زیادہ خیر خواہ ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ شوہر دیدہ یعنی مطلقہ یا بیوہ کو براہ راست مرد پیغام دے سکتا ہے اور ایسے واقعات اکثر ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ شریعت نے شوہر دیدہ کے لیے ولی کا اتنا ہی کام رکھا ہے کہ وہ اسے اچھا برا سمجھائے لیکن عورت جہاں چاہ رہی ہے بحیثیت ولی نکاح میں شامل ہو کر اس کا نکاح وہیں کر دے البتہ اگر کوئی شوہر دیدہ عورت اپنا معاملہ اپنے ولی ہی کے سپرد کر دیتی ہے تو یہ مستحسن ہے ضروری نہیں ہے۔

❀❀❀❀❀

تعاملِ امت

غرض آغازِ اسلام ہی سے جتنے بھی نکاح مسلمان امت میں رسول ﷺ، صحابہ کرام، تابعین عظام، اور امت کے اسلاف نے کیے، ان سب کا تعامل ولی کے بارے میں صرف ایک ہی رہا ہے یعنی ہر کنواری کے نکاح کی بات کرنے کے لیے اس کے اولیاء ہی کو پیغامِ نکاح دیا جاتا رہا اور لڑکی کے اولیاء ہی نکاح کی شرائط وغیرہ طے کرتے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ کسی صحابی، تابعی، فقیہ یا کسی نیک مسلمان کی بیٹی نے ازخود اپنا نکاح کرنے کی جسارت کی ہو۔ امت کا مسلسل عمل خود اس بات کا سب سے بڑا ثبوت ہے کہ عورت کے نکاح میں ولی کا وجوب ایک جانی پہچانی روایت رہا ہے۔ گویا اسلامی معاشرے کا یہ ایسا واجب عمل ہے جس کے وجوب سے عوام آشنا ہوں یا نہ ہوں، انہیں یہ علم ضرور ہے کہ جو لڑکی براہ راست خود نکاح کے معاملات طے کرتی ہے وہ بے حیاء، آوارہ مزاج، والدین کی نافرمان، اسلامی روایات کی باغی اور ایسی ویسی یعنی بدکار ہے۔ بعض معاشروں میں سالوں میں کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا تھا کہ کسی لڑکی نے کسی لڑکے سے یارانہ گانٹھا اور اس کے ساتھ بھاگ گئی۔ وہ لڑکی بدنامی، رسوائی، برائی کی ایک کھلی ہوئی علامت بن جاتی

گئی۔ وہ کبھی دوبارہ والدین یا خاندان میں باعزت طریقے سے نہ آسکی۔ اسے کبھی معاشرے میں عزت احترام حاصل نہیں ہو سکا۔ وہ بدنامی کے باعث اپنے جاننے والوں سے چھپا کرتی تھی۔

ولی کے بغیر نکاح کا تصور یا کوئی ثبوت اسلاف میں موجود ہوتا تو گذشتہ چودہ صدیوں میں کوئی ایک مثال تو ہوتی جسے ایسی لڑکیوں کے دامن سے بدنامی کا داغ دھونے کے لیے عام کیا جاتا، کوئی تو ایسا عالمِ دین ہوتا جو مسلمان معاشرے کو یہ باور کرواتا کہ جو لڑکی از خود اپنا نکاح کر رہی ہے وہ غلط نہیں کر رہی، اسلاف میں سے فلاں فلاں کی بیٹی نے اپنا نکاح خود کیا تھا لہٰذا جس لڑکی نے از خود لڑکا ڈھونڈا اور نکاح کر لیا، اس سے خاندان اور والدین کا رشتہ توڑنا درست نہیں۔

واقعہ یہ بھی ہے کہ ہارون الرشید کے دور سے لے کر عالمِ اسلام کے ایک بڑے حصے میں فقہ حنفی ہی رائج رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں تو یہ اکثر چھائی رہی ہے اور عوام وخواص اسی فقہ کے مطابق اپنے امور سرانجام دیتے رہے ہیں۔ نکاح کے امور بھی فقہ حنفی کے مطابق طے پاتے رہے ہیں۔۔۔۔ یہ کیسا اتفاق ہے کہ جب سے فقہ حنفی کا چلن ہوا ہے تب سے آج تک کسی قابلِ ذکر عورت کے از خود نکاح کر لینے کا کوئی واقعہ بھی تاریخ یا فقہ میں بطور مثال درج نہیں کیا گیا۔

کوئی مانے یا نہ مانے، اصل حقیقت یہی ہے کہ مسلمان معاشرے کو ابتری، ذلت، پستی اور بے راہ روی کی دلدل میں دھکیلنے کے لیے مغربی ذہنوں نے جو سازشی تدابیر اختیار کی ہیں ان کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ مسلمان عورت کو ولی یا

خاندان کے حصار سے آزاد کر دیا جائے ، اسے یہ باور کروایا جائے کہ اس کی اپنی ایک آزاد اور خودمختار زندگی ہے جس میں ولی یا خاندان کو دخل اندازی کرنے ،کوئی پابندی لگانے اور روک ٹوک کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب اسے کسی اسلامی دلیل کا سہارا دیا جائے ورنہ سازشی تدابیر کا پورا ڈھانچہ منہ کے بل گر کر پارہ پارہ ہو جائے گا۔اس مقصد کے لیے فقہ کی کتب میں غوطے لگائے گئے ،بار بار تلاش کی گئی کہ کوئی ایک جملہ یا اشارہ مل جائے تو تدبیر کامیاب ہو سکتی ہے۔انہیں امام ابوحنیفہ کا ایک لولا لنگڑا مسلک یا جملہ مل گیا کہ جوان لڑکی جس طرح اپنی خرید وفروخت کے معاملات میں آزاد ہے اس طرح وہ اپنے نکاح کے معاملے میں بھی آزاد ہے بس پھر کیا تھا ،اس کو مضبوط بنانے کے لیے اس پر اپنی نکتہ طرازیوں کا پلستر چڑھایا گیا۔لاکھوں روپیہ کی ایڈ اسلام دشمنوں سے وصول کر کے نام نہاد مسلمان ایڈووکیٹ عورتوں اور مردوں نے اس معاملے کو خوب اچھالا ۔ نوجوانوں کو عشق کا نشہ پلا کر۔۔۔۔۔والدین سے بغاوت پر اکسایا گیا، ہر بھگوڑے لڑکی لڑکے کو اخباری نمائندوں اور بین الاقوامی خبر رساں ایجنسیوں کے رپورٹروں نے گھیر گھار کر ان کی تصویریں اور بیانات شائع کیے، ان کے بدکاری کے اس فعل کی تحسین کی۔نتیجہ یہ کہ ہر روز عدالت میں اسی نوعیت کے کیس آئے اور حرام کار جوڑے جواز کا پروانہ لے کر بدنام زمانہ ہوٹلوں کا رخ کرتے ،جہاں چند روز غیر ملکی نمائندے اور ان کے ملکی گماشتے ان پر واہ واہ کے ڈونگرے برساتے ہیں۔چند ہفتوں بعد وہ اخباری تشہیر، سرخیاں، بیانات، غیر ملکی لوگوں سے ملاقاتیں،عزم و

ہمت، حقوق طلبی میں بہادری کے افسانے ہوا ہو جاتے ہیں اور ایسے جوڑے زندگی میں رُلتے ہوئے اور دھکے کھاتے ہوئے کسمپرسی کے غاروں میں جا اترتے ہیں۔ جہاں ایسی لڑکیوں کو تنہائی کے ناگ ڈستے رہتے ہیں، عزت کے رہزن جونک کی طرح اس کا سب کچھ پی جاتے ہیں اور بالآخر ان لوگوں کو موت کا پنجہ آ دبوچتا ہے۔

نکاح کے دیگر معاملات طے کرنے میں ولی کا کردار

صرف یہی نہیں کہ عورت کا نکاح ولی کی شمولیت کے بغیر نہیں ہوتا بلکہ ولی نکاح کے دیگر معاملات بھی اپنی بیٹی یا بہن کی طرف سے طے کرنے کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی زینب ؓ کا نکاح ابوالعاص ؓ سے کیا تو ان سے اس نکاح کے متعلق کچھ شرائط طے کیں جن کو ابوالعاص ؓ نے بہت اچھی طرح نبھایا۔ مسور بن مخرمہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے دامادوں کا ذکر کیا اور بنو عبد الشمس میں سے ایک داماد ابوالعاص ؓ کی تعریف کی اور فرمایا:

"حدثنی ،فصدقنی ،ووعدنی فوفی لی".

"انہوں نے دامادی کا حق پورا کیا، جو بات کہی سچ کر دکھائی، جو وعدہ کیا وہ پورا کیا"۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب ذکر اصحاب النبی ﷺ منھم ابوالعاص ؓ بن ربیع)

جب رسول اللہ ﷺ کو علی ؓ نے نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے ان سے پوچھا

کیا تمہارے پاس مہر کے لیے کچھ ہے؟ علیؓ نے جواب دیا ''نہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ حطمی زرہ کیا ہوئی؟ انہوں نے عرض کی وہ تو میرے پاس ہے''۔ فرمایا: وہ فاطمہ کو بطور مہر دے دو تو میں نے وہ زرہ بطور مہر دے دی۔

(مسند احمد: ۱/۸۰۔ ابوداود: ۲۱۲۵۔ نسائی: ۳۳۷۷)

غرض ایسی مثال ہر نکاح میں ملتی ہے کہ عورت کے اولیاء داماد سے یا عورت کے سسرال کے ساتھ کچھ معاہدے اور شرائط طے کرتے ہیں تا کہ ان کی بیٹی کو معاشرتی اور معاشی تحفظ حاصل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب لڑکی کو خاوند یا سسرال سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے باپ بھائی اور خاندان کی مدد حاصل کرتی ہے۔ اگر عورت نے ولی کی اجازت اور شمولیت کے بغیر نکاح کیا ہو تو خاوند یا سسرال کے ہاں کسی تنگی اور زیادتی کی صورت میں ولی یہ کہے گا کہ تم نے اپنی مرضی سے نکاح کیا، خود شرائط طے کیں، اب خود ہی اس کو بھگتو، اور جب ولی اپنی بیٹی پر ہونے والے ظلم وزیادتی کی بات اپنے داماد سے کرے تو داماد جواب دے گا کہ جائیے صاحب! ہم نے نکاح اپنی مرضی سے کیا تھا۔ آپ کو کیا پتا کہ ہم میں کیا کیا امور طے پائے تھے۔ آپ کون ہوتے ہیں اس کی طرف داری یا وکالت کرنے والے، یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ جائیے اپنا راستہ ناپیے۔

اگر عورت کا نکاح اس کے اولیاء کی شمولیت کے ساتھ نہ ہو اور نکاح کے معاملات اولیاء طے نہ کریں تو خاوند اور سسرال جتنا جی چاہیں اور جیسے چاہیں الزامات لگا سکتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی ان سے پوچھنے والا لڑکی کی طرف سے بااختیار

اور ذمہ دار نہیں ہوگا۔

نکاح کے لیے لڑکے کا انتخاب، دن طے کرنا، طریقے کار طے کرنا، دعوت کا اہتمام کرنا، مہر کا تعین کرنا، لڑکی کی رہائش اور اخراجات کے بارے میں خاوند سے بات کرنا، معاشرت کے حوالے سے کچھ باتوں میں باہم لڑکی اور لڑکے والوں کا تبادلہ خیال کرنا، غرض نکاح کے بیسیوں امور ہیں جنہیں ایک کم عمر، ناسمجھ، گھر میں رہنے والی لڑکی طے کر ہی نہیں سکتی۔ اسی لیے اس کو اولیاء کا سائبان خود شریعت اسلامیہ نے مہیا کیا ہے تاکہ وہ ظلم و زیادتی سے بچی رہے۔

اگر میاں بیوی کا جھگڑا طول پکڑ جائے وہ از خود مصالحت نہ کر پا رہے ہوں تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا﴾ (النساء: ۳۵)

''اور اگر تم کو اندیشہ ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جانتا اور سب باتوں سے باخبر ہے''۔

عورت کے خاندان کا حکم کوئی تبھی بن سکتا ہے جب عورت کا نکاح کسی ولی نے کیا ہو۔ اگر ولی کے نکاح کرنے کے بجائے عورت نے از خود نکاح کیا ہو تو حکم تو

بہت دور کی بات، اسے اس کے خاندان والے اپنے ہاں ایک دن مہمان رکھنے یا اس کو ایک دھیلا تک دینے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔

اگر عورت کا نکاح اس کے اولیاء نے کیا ہو تو وہ پوری سوچ بچار کے بعد ایسے داماد اور خاندان کا انتخاب کرتے ہیں جس کی معاشرتی حیثیت، معاشی حالت اور گھر غرض سب کچھ جانچ پرکھ لیتے ہیں اور وہ داماد کو خاندان کے ایک معزز رکن کی حیثیت دیتے ہیں۔ اگر انہوں نے خود پسند نہ کیا ہو تو داماد کبھی بھی سسرال میں عزت نہیں پاسکتا۔

کنواری نابالغ لڑکی کا نکاح اور ولی کا کردار:

تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح باپ اپنی مرضی سے کرسکتا ہے۔ باپ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس سے اجازت لے۔ اس لیے کہ وہ ناسمجھ ہے۔ لہٰذا اس کی رضا اور عدم رضا برابر ہے البتہ بالغ ہو جانے پر لڑکی کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس نکاح کو قائم رکھے یا فسخ کرا دے۔ اس کی دلیل مندرجہ ذیل ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ لا وَّ الّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾ (الطلاق: ٤)

”اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کے معاملہ میں اگر تم کو شک لاحق ہو تو اُن کی مدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا ہے جن کو ابھی حیض نہ آیا ہو۔“

اس آیت میں جن کو ابھی حیض نہیں آیا ان کی بھی عدت کا ذکر ہے' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے۔ ''عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی''۔

(بخاری، باب المناقب۔ مسلم کتاب النکاح)

کنواری بالغہ لڑکی پر ولی کا اختیار:

رسول ﷺ نے فرمایا:

الایم احق بنفسها من ولیها ولبکر تستاذن فی نفسها و اذ نها صماتها. (مسلم، کتاب النکاح، باب استیذان الثیب فی النکاح)

''بیوہ عورت اپنے نکاح کے معاملات میں (فیصلہ کرنے کا حق) اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔ جب کہ کنواری سے اجازت لی جائے گی اور اس کا خاموش رہنا ہی اجازت ہے''

''قواعدِ اصولیہ میں فقہا کا اختلاف'' کے مصنف نے فقہا کا مندرجہ ذیل موقف بیان کیا ہے:۔ اس حدیث کی روشنی میں امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا یہ مذہب ہے کہ بالغ کنواری عورت پر باپ کو جبر کرنے کا حق ہے لیکن تو مستحب اور بہتر بات یہ ہے کہ وہ اس سے اجازت لے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)...... ''حدیث میں ہے کہ شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حق دار ہے'' اس بات کی دلیل ہے کہ کنواری عورت کا یہ حکم نہیں بلکہ اس سے زیادہ

اس کا ولی حق دار ہوگا۔ یہاں استدلال مفہومِ مخالف کے طریقہ سے کیا گیا ہے جو ان ائمہ کے یہاں معتبر ہے۔

(۲)......امام شافعیؒ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کنواری سے اجازت طلب کرنا اختیاری معاملہ ہے کیونکہ اگر کنواری عورت کی عدم رضا کی صورت میں باپ کو نکاح کرانے کا حق حاصل نہ ہوتو پھر کنواری اور شوہر دیدہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ پھر تو بات اس طرح ہوگی کہ ہر عورت ولی سے زیادہ اپنے نکاح کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

امام مالکؒ اہل مدینہ کے عمل سے استدلال کرتے ہیں، اس لیے وہ بھی کنواری بالغہ پر باپ کا حق لڑکی کی نسبت زیادہ مانتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ نابالغہ کنواری کی علت اس کا اپنے معاملے میں سمجھ ہونا ہے، جب وہ بالغ ہوگئی اور بلوغت سے عقل کا معاملہ حل ہو جاتا ہے اور وہ احکام کی مکلف ہوگئی تو از خود اس پر ولی تصرف نہیں کر سکتا۔ (ص ۶ تا ۷۵ بالاختصار)

حدیث سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ کنواری کی اجازت اور ولی کی رضا مندی دونوں برابر ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ کنواری چونکہ شرم وحیاء والی ہوتی ہے، بالغہ اور عاقلہ ہونے کے باوجود وہ گھر سے باہر کے معاملات میں ہوشیار نہیں ہوتی اسی لیے بیرونی معاملات میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی گواہی کے برابر رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس کا والد بغیر اجازت لیے بھی معاملات طے کر سکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ اس کی بیٹی کی پسند کیا ہوگی؟ اور اُس کو اُس کے فیصلے پر اعتراض نہیں

ہوگا۔حدیث کے ظاہر الفاظ کی رو سے اجازت لے لینا ہی بہتر ہے۔ چاہے سن کر بالغہ خاموش رہے یا چاہے بول کر مرضی کا اظہار کر دے۔

اگر ولیوں میں یا ولی اور لڑکی میں اختلاف ہو جائے تو:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل، فنکاحها باطل، فنکاحها باطل فان دخل بها فلها المهر بما استحل فرجها فان اشتجروا فالسلطان ولی من لا ولی له"۔

(سنن ترمذی، مسند احمد، سنن ابی داؤد: ۲۰۸۳)

"جس عورت نے ولی کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے اگر اس نے دخول کیا تو اس عورت کو اس کے بدلے میں مہر ملے گا اگر اولیاء کا آپس میں جھگڑا ہو گیا تو پھر سلطان اس عورت کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔"

دین اسلام میں والدین کا حق اولاد پر اتنا زیادہ ہے کہ اولاد کے لیے معاملات میں والدین کی رائے کا احترام کرنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ عہدِ رسالت میں صرف ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس میں والد نے بچی کا جہاں نکاح کیا تھا بچی کو وہ جگہ ناپسند تھی لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے بچی کا نکاح فسخ کر دیا۔

ماں باپ کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی بچی کے لیے دین دار متقی، صالح اور شریف مرد کا انتخاب کریں اگر مرد میں دینداری یا تقویٰ نہ ہو یا

ناپسندیدگی کی کوئی اور وجہ ہو تو لڑکی کو شریعت نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے ولی کے فیصلے سے انکار کر دے۔ اسی لیے تو فرمایا گیا کہ لڑکی سے اجازت لی جائے۔

(صحیح مسلم)

لیکن انکار کرنے کا انداز مؤدب ہو، گستاخی یا بغاوت والا نہ ہو اگر پھر بھی ولی زبردستی کرے تو لڑکی اپنے بہن بھائیوں، چچا، ماموں خالہ غرض کسی بھی سمجھ دار قریبی رشتہ دار سے بات کر کے اپنے ولی کو زبردستی کرنے سے روک سکتی ہے یاد رہے کہ پسند ناپسند کا اظہار کرنا رشتے سے انکار کر دینا غرض کوئی ایسا معاملہ جس کی وجہ سے لڑکی اور والد کے درمیان نفرت کی خلیج کھڑی ہو جائے اور معاملہ باہمی نفرت اور جنگ کی شکل اختیار کر لے۔ اس صورت میں خاندان اسی لیے ہوتا ہے کہ اختلافات کو گھروں میں ہی اچھے طریقے سے سمیٹ لیا جائے۔

اگر لڑکی کسی جگہ پر آمادہ ہے اور وہ اپنی پسند کا اظہار کرتی ہے تو اس میں بھی حیا، شائستگی اور والد کا ادب واحترام پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ یاد رہے کہ یہ صرف پسند کا اظہار ہوگا یہ نہیں کہ لڑکی پسند کے لڑکے سے میل ملاقات، نامہ و پیام ،فون اور چیٹنگ کرتی پھرے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیے جائیں۔ یہ سب جیسے کہ گزر چکا ہے حرام ہے۔ نامحرم کے ساتھ کسی اشد ضرورت کے وقت پردہ میں رہ کر مختصری بات کر جا سکتی ہے جب کہ لڑکی کا اپنی پسند سے اپنے پسندیدہ مرد کو آگاہ کرنا قطعاً ضروری نہیں بلکہ یہ لڑکی اور لڑکے کے درمیان حرام کا دروازہ کھولنے والی

بات ہے اگر خاندان کی وساطت ...

رشتے پر یا لڑکی کے پسندیدہ رشتے پر متفق نہ ہو سکیں تو اس کا حل ضد نہیں بلکہ یہ ہے کہ ان دونوں کی پسندیدہ جگہ کی بجائے کوئی تیسری جگہ دیکھ لی جائے جہاں لڑکی اور ولی دونوں متفق ہوں۔

ظاہر ہے یہ صورت لاکھوں رشتوں میں سے کسی ایک کے بارے پیش آئے گی فرض کیجئے ولی اور لڑکی میں سے کوئی ایک ضدی ہے اور ایک دوسرے کی پسند پر ہاں کرنے کے لیے تیار نہیں اور کوئی دوسری جگہ پر بھی وہ متفق نہیں ہو رہے اور معاملہ عدالت تک پہنچ گیا ہے اس صورت میں اگر عدالت اسلامی احکامات کی خود بھی پابند ہے اور فیصلے بھی اسلام کے مطابق کرتی ہے تو ایسی صورت وہ لڑکی کی ولی بن کر آخری فیصلہ صادر کرکے جو بھی مناسب سمجھے فیصلہ کر دے گی، اگر عدالت مناسب اور لڑکی کے لیے بہتر سمجھے گی تو اس کا نکاح اس کی پسندیدہ جگہ پر کر دے گی۔ اگر لڑکی برسرِ حق نہیں اسے ولی کے منتخب کردہ رشتے کے بارے میں کسی نے بڑھکایا ہے تو عدالت لڑکی کو سمجھائے گی اور قانونی طور پر اسے پابند کرے گی کہ وہ اپنے باپ یا ولی کی بات مان لے

یاد رہے کہ اس سارے معاملے سے کسی این جی اوز، کسی اخباری رپورٹر، کسی ملکی یا غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کو آگاہ نہیں کیا جائے، کیونکہ یہ کسی گھر کا نجی معاملہ ہے اور گھریلو معاملات کو سرِ عام مشہور کرنے کی نہ تو اسلامی قانون اجازت دیتا ہے نہ ہی اخلاقی اور معاشرتی نظام۔

عورت کو مرد کی سرپرستی کی ضرورت دیگر امور میں

عورت کو مرد کی سرپرستی کی ضرورت دیگر امور میں صرف نکاح کا معاملہ ہی نہیں زندگی کے بعض دیگر امور میں بھی عورت کو خود مختار نہیں بنایا گیا بلکہ اس کے معاملے میں کسی قریبی مرد کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے۔ان میں سے چند ایک امور یہ ہیں:۔

سفر اور محرم کی شرط:

مرد کسی کی معیت کے بغیر جتنے بھی طویل یا دشوار گزار سفر ہوں طے کر سکتا ہے لیکن عورت کے لیے شریعت نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔رسول ﷺ کا ارشاد ہے:۔

لا یحل لا مرأة تو من با لله و الیوم الا خر ان تسافر فو ق ثلاثة ایام فصاعدًا الا و معها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذو محرم منها۔

(ابو داؤد کتاب المناسك ،باب فی الامرأة تحج بغیر محرم :١٧٢٦)

''جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے تین دن یا اس سے زائد سفر کرنا حلال نہیں مگر اس کے ساتھ اس کا بھائی، باپ یا خاوند یا بیٹا یا کوئی اور محرم ہو''۔

ایک حدیث میں دو دن کے سفر کا ذکر ہے۔

(دیکھیے کتاب العمل فی الصلاۃ، باب مسجد بیت المقدس)

بخاری کی ہی کی ایک روایت میں ایک دن اور رات کا ذکر ہے۔

(بخاری کتاب تقصیر الصلاۃ: ۱۰۸۸)

جبکہ ایک حدیث میں ایک برید کے سفر میں بھی محرم کی شرط رکھی گئی ہے۔(ابن حبان: ۱۷۶/۵۔ بیہقی: ۱۳۹/۳۔ نصب الرایہ ۱۱/۳۔ ابو داؤد کتاب المناسک: ۱۷۲۵۔ ابن خزیمہ: ۱۳۶/۳۔ مستدرک حاکم: ۴۴۲/۱)

''لا يحل لا امراة تسافر الا مع ذی محرم''.

(صحیح ابن حبان: ۱۷۸/۵، ۲۷۲۱)

''عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنا حلال نہیں''۔

غور کیجئے! سفر کے معاملے میں عورت پر مرد کی معیت کی پابندی کس قدر مؤکد ہے۔ چونکہ سفر زندگی میں عام طور پر پیش آتا رہتا ہے اس لیے کسی بھی محرم کی معیت درست ہے لیکن نکاح عموماً ایک ہی بار ہوتا ہے اس لیے عورت کے اس قریبی مرد کی ذمہ داری رکھی گئی ہے جو وراثت کے لحاظ سے عورت کا سب سے قریبی مرد ہوتا ہے گو بعض حالات میں یہ مرد عورت کا محرم بھی نہ ہو مثلاً چچا زاد

وغیرہ۔ نکاح میں ولایت کے لیے ننھیالی رشتہ دار مرد ذمہ دار نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان اصلاً باپ کے نسب سے منسلک ہوتا ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر کہیں جانا یا کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دینا:

شادی شدہ عورت پر اسلام نے یہ پابندی عائد کی ہے کہ گھر میں صرف اس شخص کو آنے کی اجازت دے جس کا آنا اُس کے خاوند کو پسند ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا يحل لِلمَرْأَةِ اَنْ تصوم وزوجها شاهدٌ ولا تأ ذن في بيته الا باذنه ...(بخاری ، کتاب النکاح)

"یہ عورت کے لیے اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں، نہ ہی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی (مرد یا عورت) کو گھر میں آنے کی اجازت دینا جائز ہے۔"

جب شادی شدہ کے لیے کسی کو گھر آنے کے لیے شوہر کی اجازت درکار ہے تو کنواری کو بدرجہ اولیٰ آنے کی اجازت اپنے ولی سے لینے کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہر معاشرے میں یہ حق مرد سرپرست کا اپنے گھر میں کسی کو تسلیم کیا گیا ہے۔

ولی کا وجوب
عورت کی عزت افزائی ہے

دراصل ولی اور خاوند کا وجوب نکاح میں عورت کے لیے عزت افزائی کا باعث ہے اور یہ عورت کو بہت سے قانونی، اخلاقی اور معاشرتی تحفظات عطا کرتا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

○......عورت کا مردوں سے میل جول نہیں ہو پاتا جس سے وہ مردوں کی میلی نگاہ سے محفوظ رہتی ہے ورنہ جب اشتہا بھی ہو اور کھانا سامنے رکھا ہو تو بھوکے کا دل فوراً کھانے کو اچکنے یا کسی دھوکے، فریب یا مکاری سے حاصل کرنے پر آ جاتا ہے۔

○......عورت کمانے کے جھنجٹ سے آزاد رہتی ہے۔ اولیاء اور خاندان کے دیگر مرد ہی اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔

○......وہ ہمدردی، شفقت اور پیار کے سائے میں پرورش پاتی ہے

○......اس کے نکاح کی فکر اس کو نہیں بلکہ اس کے اولیاء کو ہوتی ہے اور وہ

غیر محسوس طریقے سے معاشرے کے مختلف لڑکوں پر نگاہ رکھتے ہیں اور جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ نظر آئے بات پکی کر لیتے ہیں۔

○......والدین تجربہ کار اور سمجھ دار ہوتے ہیں۔ وہ معاشرے میں جاری رجحانات اور روایات سے واقف ہوتے ہیں لہٰذا وہ بہتر جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہماری بیٹی کے لیے کون سا لڑکا بہتر رہے گا۔

○......بچی کو انہوں نے پالا ہوتا ہے وہ اس کی عادات سے واقف ہوتے ہیں، اس کی پسند اور ناپسند کا انہیں پتا ہوتا ہے لہٰذا وہ جذبات میں آ کر اس کے نکاح کا فیصلہ نہیں کرتے بلکہ پوری سوچ بچار کے ساتھ نتائج وعواقب پر غور کر کے نکاح کا فیصلہ کرتے ہیں۔

○......بچی ان کے جگر کا ٹکڑا ہوتی ہے، خونی تعلق انہیں اس کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرنے پر ابھارتا ہے، وہ اپنی بچی کی آنکھوں میں ایک آنسو تک نہیں دیکھنا چاہتے لہٰذا وہ اس کے نکاح کا فیصلہ کرنے میں بھی اس کی آئندہ زندگی کے آرام وسکون اور مسرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

○......جب بچی کے نکاح کی بات پکی ہو جائے تو اس کے مہر، اس کے لیے رہائش، اس کے اخراجات اور ضروریات کی فراہمی غرض تمام پہلوؤں سے متعلق لڑکے یا لڑکے کے والوں سے کھل کر بات کر کے اطمینان حاصل کر لیتے ہیں کہ آیا وہ سب کچھ پورا بھی کریں گے یا نہیں؟

○......اگر اللہ نہ کرے، نکاح کے بعد بچی سسرال میں خاوند کے پاس

مطمئن نہ ہو، اسے کوئی تکلیف یا پریشانی ہو تو والدین اور خاندان اس کی طرف سے ان سے بات کرتا ہے اور انہیں وہ تمام وعدے یاد دلاتا ہے جو نکاح کی بات طے کرتے وقت لڑکے یا لڑکے والوں نے طے کیے تھے۔

○...... اسلام نے عورت میں حیاء کی کثرت کے باعث یہ حکم نہیں دیا کہ وہ از خود نکاح کی بات کرے یا نکاح کی مجلس میں حاضر ہو۔ اپنے نکاح کے معاملات میں سرِ عام نہ آنا، اس کی حیاء کا تقاضا اور اس کی فطرت کا حسن ہے۔

○...... مرد طالب ہے اور عورت مطلوب! لہٰذا مرد کو اس مطلوب کو حاصل کرنے کے لیے جتنی کوشش اور محنت کرنا پڑے گی وہ اتنی زیادہ اس جوہرِ نسائیت کی قدر کرے گا۔ نیز ہر قیمتی چیز کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر اسے سرِ راہ عورت بھی مل جائے یا وہ خود اسے پیش کش کرے کہ میرے ساتھ نکاح کر لو تو یہ عورت کے لیے کتنی ذلت، رذالت اور دنائت کی بات ہے، نہ کہ عزت اور قدر افزائی کی، نیز مرد اتنی آسانی سے مل جانے والی چیز کی عزت خاک کرے گا۔ الٹا مطلب بر آری کر کے اسے گھر سے باہر دھکا دے دے گا۔

○...... جب عورت کو پہلے سے دیکھا ہوا ہو، چھوا ہو، لین دین یا میل ملاقات رہی ہو، تو یہ اتنی مسرت آمیز بات نہیں جتنی مسرت آمیز، حیرت انگیز اور اچانک ملنے والی یہ نعمت ہے کہ مرد کا پہلے سے کوئی لین دین یا میل ملاقات رہی ہو۔ جب عورت کو بنا سنوار کر اس کے کمرے میں لایا جائے اور وہ اچانک اس سراپا حسن وعفت کو دیکھے تو یہ اس کے لیے ایک اور نعمتِ غیر مترقبہ (سرپرائز) ہے اور

یہ سب تب ہی ممکن ہے جب عورت عفیف و باپردہ ہو اور اس کے اولیاء کے ذریعے ہی معاملات طے ہوئے ہوں۔

○...... اگر اللہ نہ کرے کوئی گھریلو یا معاشی پریشانی آگھیرے تو اولیاء اور خاندان ہی عورت کا ان مشکلات میں ساتھ دیتے ہیں، اس کی پریشانی دور کرنے کی ہر ممکنہ تدبیریں کرتے ہیں۔ مشکل وقت میں اس کا دکھ بانٹنے کے لیے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ اولیاء اپنے آپ کو عورت کے تمام امور میں سرپرست، معاون اور اسے پریشانیوں میں ہمدرد و غم خوار سمجھتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اسلام نے اسی سرپرستی، معاونت اور ہمدردی کے لیے عورت کا اولیاء کو پشتی بان اور محافظ و سہارا بنایا ہے۔ اگر عورت ان کی سرپرستی سے اپنے آپ کو آزاد کروا لے تو اولیاء بھی اسے آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ یوں وہ ان کی ہمدردی، غم گساری، محبت اور دل جوئی سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ جاتی ہے۔

○...... اگر عورت کے نکاح کے معاملات اس کے اولیاء طے کریں تو اس کا خاوند یا سسرال عورت پر زیادتی کرنے، اس کا حق دبانے، اسے تنگ کرنے سے خود بخود باز رہتے ہیں۔ انہیں یہ فکر ہوتی ہے کہ عورت کے بھائی، باپ، دادا، چچا وغیرہ ان سے اس کی باز پرس کریں گے اور ممکن ہے کہ سختی بھی کر گزریں۔

○...... جب خود اولیاء اپنی بہن یا بیٹی کے امور کا خود کو ذمہ دار سمجھتے ہیں تو وہ ہمیشہ بیٹی، بہن کے سکون، سسرال میں آرام، نیز حقوق کی بازیابی پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اگر ذرا بھی ناانصافی یا زیادتی دیکھیں تو خاوند یا سسرال سے باز پرس کرتے

ہیں لیکن جو عورت خود اولیاء کو وہ مقام نہیں دیتی، ان کے حق کو تسلیم نہیں کرتی، ان کی رائے کو اہمیت نہیں دیتی، ان کے مرتبے اور حیثیت کا احترام نہیں کرتی وہ از خود اپنے مضبوط رکن اور مضبوط سہارے کو اپنے ہاتھوں گرادیتی ہیں۔ اولیاء کو ناراض کر کے اس کی حیثیت ایک تنکے کی سی ہوتی ہے۔ جسے حالات کی آندھیاں جہاں چاہے اڑا کر پھینک دیں، اس کے جماؤ اور ٹھہراؤ کا کوئی مضبوط آسرا اس کے پاس نہیں ہوتا۔

○......عورت کی عصمت وعفت دنیا کی بیش قیمت چیز ہے، صرف اولیاء ہی وہ ہستیاں ہیں جو اپنی خواتین کی اس متاع بیش قیمت کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ ورنہ دیگر لوگ اس متاع کے ڈاکو تو ہو سکتے ہیں، ان میں سے محافظ صرف وہی ہوا کرتے ہیں جو اللہ کا خوف رکھتے اور اپنے خاندان کی عورتوں کی عفت وعصمت کی حفاظت کیا کرتے ہیں اور اس کے تحفظ وتقدس کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں۔

○......خاوند کے نزدیک عورت محبوبہ کا درجہ رکھتی ہے۔ جب تک اس کے پاس محبوبیت کے اسباب وسامان ہوتے ہیں وہ محبوبہ ہوتی ہے۔ جیسے ہی وہ اسباب وسامان زوال پذیر ہو جائیں خاوند اس سے آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ لہٰذا جس عورت کو اس کے اولیاء اس کے خاوند کے سپرد نہیں کرتے وہ مرد عورت سے اپنی ضرورت پوری کر کے اسے ٹشو پیپر کی طرح پھینک دیتا ہے۔ اور کسی نئی عورت کو اپنے جال میں پھانسنا شروع کر دیتا ہے لیکن جس عورت کے اولیاء اس کو مرد کے عقد نکاح میں

دیتے ہیں، اس مرد کو اولیاء بھی پابند کرتے ہیں اور مرد از خود بھی احساس رکھتا ہے کہ اس نے عورت کے اولیاء کو جواب دہی کرنا ہے۔لہٰذا وہ عورت پر نا انصافی اور زیادتی کرتے ہوئے ڈرتا ہے نیز عورت کے ساتھ اپنا عقد تا زندگی نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔

○......خاندان ہر فرد کے لیے ہی ایک ڈھال اور پناہ گاہ ہوتا ہے، چاہے مرد ہو یا عورت لیکن عورت کے لیے یہ پناہ گاہ اتنی ضروری ہے کہ اس کے بغیر عورت عورت نہیں بلکہ بے یارو مددگار اور حقیر تنکا ہوتی ہے جسے ہوائیں ادھر اُدھر اڑائے پھرتی ہیں۔

بغیر ولی کے نکاح
کبیرہ گناہوں کا مجموعہ

گذشتہ سطور میں وضاحت ہو چکی ہے کہ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔غور کیا جائے تو ولی کے بغیر نکاح بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۱)اللہ کی نافرمانی

(۲)بغیر نکاح کے میاں بیوی کا باہمی تعلق

(۳)والدین کی ناراضگی

(۴)قطع رحمی کیونکہ لڑکی کا خاندان چھوٹ جاتا ہے۔

(۵)وراثت سے محرومی والدین اکثر ایسی لڑکیوں کو وراثت نہیں دیتے

(۶)اولاد کے حقوق پر ڈاکہ،اس لیے کہ انہیں ننھیال سے محروم کر دیا جاتا ہے

بغیر ولی کے نکاح مسلسل گناہ:

بغیر ولی کے نکاح کر لینا ایک مسلسل گناہ ہے جو اپنی ابتداء سے لے کر تب تک ہوتا رہتا ہے جب تک مرد اور عورت تائب ہو کر علیحدگی اختیار نہیں

کرلیتے۔ نیز اس کے لیے قبل از شادی اور شادی کے بعد بھی مرد اور عورت جو بھی کام کرتے ہیں حالت گناہ میں کرتے ہیں۔ مسلسل ایسے مرد اور عورت پر گناہ اور حرام تعلق کی وجہ سے پھٹکار برستی رہتی ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

''وہ عورتیں حرام کار ہیں جو ولی کے بغیر اپنا نکاح کرتی ہیں''۔(مصنف عبد الرزاق ،سنن سعید بن منصور ، المحلی ، کنز العمال بحوالہ فقہ عبد اللہ بن مسعودؓ ص ۸۲۶)

اس حرام تعلق کے دوران اگر کوئی نیکی کا کام کیا جائے تو اس کی قبولیت کیسے ہوسکتی ہے؟ مثلاً نماز، روزہ، خیرات، حج وعمرہ، عبادت، تعزیت، تلاوت، ذکرودعا وغیرہ، سوچنے کی بات ہے؟

سوچنے کی بات:

نکاح میں ولی کا وجوب ایک مانی ہوئی حقیقت ہے۔ احادیث، آثارِ صحابہ، فقہا کی مدون کتب اس کے وجوب پر گواہ ہیں اگر ولی کا وجوب نہ ہوتا تو اس پر اتنی توجہ، محنت اور تواتر سے لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ محدثین اور فقہا اس امر کی طرف سرسری سا اشارہ کرکے گذر جاتے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث اور فقہ کی ہر کتاب میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ نیز امت کا تعامل بھی اس پر گواہ ہے کہ نکاح میں ولی کا وجوب ہے لیکن دور حاضر میں پاکستانی عدالتوں نے یہ قانون سازی بھی کی اور فیصلے بھی مسلسل دیئے جارہے ہیں کہ نکاح میں ولی کا وجوب نہیں ۔۔۔

برطانیہ کی نومسلم خاتون ولی کی تلاش میں

پچھلے دنوں برطانیہ سے ایک دوست آئے تو دورانِ گفتگو برطانیہ میں بیتنے والا ایک واقعہ والا ایک واقعہ سنانے لگے۔ یہ واقعہ ہمارے پاکستان کی ان روشن خیال فیملیوں کی لڑکیوں کے لیے اپنے اندر ہدایت کا بے پناہ سامان سموئے ہوئے ہے جو لڑکوں کے ساتھ بھاگ کر محبت کی شادی رچاتی ہیں اور ماں باپ اجڑے کھیت کھلیانوں کی طرح معاشرے میں بے وقار اور رسوا ہو جاتے ہیں۔ ہدایت کے روشن مینار کی طرح چمکتا یہ واقعہ ملاحظہ ہو!

برطانیہ کی ایک گوری لڑکی...... اور ایک پاکستانی مسلمان کا باہمی تعلق قائم ہوتا ہے اور پھر لڑکی مسلمان ہو کر شادی کر لیتی ہے۔ لڑکا روشن خیال مسلمان تھا۔ مغربی تہذیب کی جو نام نہاد روشن خیالی ہے۔ لڑکا اس کا مزید شیدائی ہوتا چلا گیا جبکہ اس کی انگریز بیوی نے قرآن وحدیث کا مطالعہ شروع کر دیا اور وہ دن بدن پختہ سے پختہ مسلمان ہوتی چلی گئی۔ خاتون دو بچوں کی ماں بھی بن گئی تھی مگر بچوں کا جو باپ تھا وہ شراب پینے لگا اور روشن خیالی میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا۔ بیوی نے بہت سمجھایا، دین پر لانے کی بے پناہ کوشش کی۔ اسے نمازی بنانے کی حد درجہ

جدو جہد کی۔اللہ سے اس کی لو لگا نے کو وہ دن رات ترس ترس کر خاوند کو منا نے لگی مگر خاوند بگڑ بگڑ کر اس قدر روشن خیال بن گیا کہ اب ایک انگریز مومنہ اور مسلمہ نے سوچنا شروع کر دیا کہ اس بے دین کے ساتھ نبھاہ مشکل ہے۔آخر اس نے طلاق لے لی۔اپنے بچوں کو خود پالنے پوسنے کے ساتھ ساتھ دینی تربیت کرنے لگی۔اس کی عدت کے دن پورے ہوئے تو اس نے برطانیہ میں قائم اسلامی سینٹر سے رابطہ کیا۔ڈائریکٹر اسلامی سینٹر کو اپنے حالات سے آگاہ کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کسی نیک سیرت مسلمان مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے۔اسلامی سینٹر کی کوششوں سے ایک نیک اور متقی نوجوان جو کہ پاکستانی تھا ،نے شادی کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

طرفین نے ایک دوسرے کو دیکھا اور شادی کرنے کا اصولی فیصلہ ہوگیا۔اب مسئلہ لڑکی کے ولی کا تھا، خاتون سے پوچھا گیا کہ تمہارے والد زندہ ہیں؟ خاتون نے کہا، یہاں تو جوانی میں قدم رکھتے ہی ہم لوگ آزاد ہو جاتے ہیں پھر ماں باپ کی اولاد کو خبر نہیں ہوتی اور اولاد کو ماں باپ کی خبر نہیں ہوتی ،بہر حال باپ کو تلاش کرنا پڑے گا۔

اسلامی سینٹر کے لوگوں نے انگریز خاتون کے باپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا تا کہ وہ اپنی بیٹی کے ولی بنیں اور شادی ہو جائے۔یہ تلاش کامیاب ہوگئی اور خاتون کا باپ مل گیا۔اسلامی سینٹر کے ذمہ داران ، بننے والا دولہا اور وہ خاتون ایک دوسرے دور دراز شہر میں انگریز بزرگ کے گھر جا پہنچے۔بابا جی نے دروازے

پر جب اپنی بیٹی کو دیکھا تو وہ والہانہ اس کے ساتھ چمٹ گئے۔ بیٹی کے ساتھ چند باریش لوگوں کو دیکھ کر پریشان بھی

ہوئے کہ جانے ماجرا کیا ہے؟

بیٹی نے باپ کی پریشانی کو دور کیا اور پھر سارے لوگ بابا جی کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ بابا جی کو جب پتہ چلا کہ میری بیٹی کے نکاح کے لیے میری اجازت ضروری ہے۔ میں بیٹی کا باپ بن کر اسے پالنے والا تو تھا، اس کو گود میں کھلانے والا تھا، کندھوں پر اٹھانے والا تھا، انگلی پکڑ کر بازار میں دل پسند کھلونے خرید کر دینے والا تھا، اس کی توتلی باتوں کو سن کر خود بھی بچہ بن جایا کرتا تھا اور جب یہ بچی جوان ہوئی تو اب میرا کوئی حق نہ رہا، اسے تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا، مگر جب یہ بالغ ہوئی وہ ایسی خود مختار ہوئی کہ میرے سارے حقوق ساقط ہوگئے میں تو یہی سمجھتا تھا کہ ہمارے معاشرے کا چلن یہی ہے۔ مگر آج پتہ چلا کہ محمد کریم ﷺ کا لایا ہوا جو دین مجھے ولی قرار دیتا ہے شادی میں میری اجازت اور موجودگی کو لازم ٹھہراتا ہے۔ یہ کس قدر اعلیٰ دین ہے حقوق انسانی کا محافظ دین ہے۔ فیملی کو فلم بنانے والا دین نہیں ہے۔ فیملی کو فلاپ کرنے والا دین نہیں ہے بلکہ یہ تو فیملی کو فرینڈ شپ کو اعلیٰ ترین اخلاقی قوت دینے والا دین ہے۔ یہ باپ اور بیٹی کے رشتے کو مضبوط کرنے اور ملانے والا دین ہے، میں تو یہ سمجھتا تھا کہ بیٹی کا منہ دیکھے بغیر اب قبر میں جاؤں گا مگر اسلام نے ملا دیا، جس اسلام نے ملا دیا میں بھی اسی اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرتا ہوں، بیٹی بتلا! کیسے داخل ہوا جا سکتا ہے؟ پھر

بیٹی باپ کو پڑھا رہی ہے:

"اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ"

سب کی آنکھیں اشکبار تھیں عجب منظر تھا اور پھر یہاں نکاح ہوا، بابا جی کی اجازت سے ہوا وہ ولی جو تھے رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں،

"لا نکاح الا بولی"

جی ہاں! وہ بدکاری ہو سکتی ہے نکاح نہیں ہو سکتا، عفت لٹ سکتی ہے مگر عفت مآبی نہیں مل سکتی۔ شرم وحیا پر ڈاکہ پڑ سکتا ہے مگر شرم وحیا کا زیور نہیں پہنا جا سکتا۔ لوگو! اسلام بڑا متوازن دین ہے اگر ہزار باپوں میں سے کوئی ایک باپ اپنی بیٹی کی شادی جبراً ایسی جگہ کرتا ہے جہاں لڑکی رضا مند نہیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایسا نکاح ختم کیا ہے۔ اگر لڑکی کے ساتھ ایسا جبر ہوا ہے تو وہ عدالت سے رجوع کر سکتی ہے۔ مگر یہ حق نہیں ہے کہ وہ آشنائیاں رچا کر باپ کے بغیر نکاح کرتی پھرے۔ اور پھر اخبار اور ٹی وی کی زینت بنتی پھرے۔ ماں باپ شرم وحیا سے زمین میں دفن ہو رہے ہیں اور وہ حیا باختہ انٹرویو دیتی پھر...... اور اپنی بدکاری کو اپنی بہادری قرار دیتی پھرے۔ لعنت ایسی گندی اور متعفن سوچ پر۔

قارئین کرام! برطانیہ کا یہ نیا اسلامی جوڑا خوش وخرم زندگی گزار رہا ہے میں نے ان کے نام اور جگہیں اس لیے نہیں لکھے کہ شائد وہ اسے پسند نہ کریں اور جب مقصد سبق آموزی ہے تو وہ ناموں کے بغیر بھی حاصل ہوتا ہے پھر ناموں اور جگہوں کا لکھنا کچھ ضروری نہیں ...... اے اللہ! پاکستانی لڑکیاں جو مسلمان کہلواتی

ہیں اور کالے بالوں کو سنہری بنوا کر بازاروں میں لہراتی ہیں انہیں بالوں کو رنگنے کی بجائے دل کو رنگنے کی توفیق عطا فرما۔ انگریز نو مسلم خاتون جیسی سنہری حیا عطا فرما۔ (آمین) (بقلم امیر حمزہ، ہفت روزہ غزوہ ۲۳ تا ۲۹ جون ۲۰۰۶)

اسلامی معاشرت کے اہم انفرادی پہلو

☆ انسان کا مقصد حیات اللہ کی عبادت واطاعت ہے۔ لہذا ہر لمحے اس کی عبادت واطاعت کے تقاضے...... اطاعت رسول ﷺ کی حدود میں رہ کر کرنا۔

☆ خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت اور محبت کو ہر شعبہ زندگی میں ملحوظ رکھنا۔

☆ اولاد کو اللہ کی خاص نعمت سمجھ کر...... اسلامی اقدار و آداب کے تحت اس کی پرورش کرنا۔

☆ بلوغ کی عمر کو پہنچتے ہی فوراً نکاح کا اہتمام کرنا۔

☆ انتخاب زوج کی تلاش میں تقویٰ کو ترجیح دینا۔

☆ طویل منگنی کی بجائے نکاح اور رخصتی کرنا۔

☆ اشیائے ضرورت میں نبوی معیار کو نمونہ بنانا...... زائد ملے تو اللہ تعالیٰ کی حدود میں رہ کر خرچ کرنا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے حکم استیذان پر عمل کرنا۔

☆ ستر وحجاب...... اور غض بصر کی پابندی کرنا۔

☆ حقوق لینے کی بجائے دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوشاں رہنا۔

☆ مرد کا منصب قوام کے تقاضے ......کفالت بہ کسب حلال ...... حفاظت اوامر ونواہی ......اور امارت وخلافت کا علم حاصل کرنا ...... اور ممکنہ حد تک اسے بروئے کار لانا......

☆ خواتین کا احترام اور وقار برقرار رکھنا۔

☆ عورت کا گھر میں ٹک کر اطاعت قوام (شریعت کی حدود میں رہ کر) کرنا اور نگرانی اطفال کی ذمہ داریاں نبھانا۔

☆ دنیا کی دیگر اقوام کی مسرفانہ زندگی اور تعیش کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز حیات کی پیروی کرنا۔

☆ رفاہ دنیا کے بجائے فلاح آخرت میں ڈوبے رہنا۔

☆☆☆

خواتین کے لیے تربیتی کتب

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
بیوہ کی عدت	15	نسوانی بال اور ان کی آرائش	30
صنف مخالف کی مشابہت	18	اشیائے ضرورت کا معیار	30
منگنی اور منگیتر	18	غض بصر اور مرد حضرات	30
رشتے کیوں نہیں ملتے	27	بری اور برات	20
بہو اور داماد پر سسرال کے حقوق	25	دیور اور بہنوئی	18
عورت اور میکہ	24	ساس اور بہو	15
سوتیلی ماں اور اولاد	15	عورت وفات سے غسل و تکفین تک	12
مسائل طہارت اور خواتین	20	ستر و حجاب اور خواتین	25
نکاح کوئز	25	صلہ رحمی اور اس کے عملی پہلو	40
تقسیم وراثت اور ہمارا معاشرہ	15	چند آیات کی تفسیر اور اعمال صحابہ رضی اللہ عنہم	27
محرم مرد اور ان کی ذمہ داریاں	24	مکاتیب مریم (مریم خنساء کے لکھے ہوئے خطوط)	160
خطوط مسعود (اہلیہ کے نام)	100	سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بحیثیت زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	15
اعتکاف اور خواتین	15	حفظ حیا اور کنواری لڑکیاں	25
حفظ حیا اور محرم رشتہ دار	25	مہر: بیوی کا اولین حق	23
پردہ اور خاندان	25	مطلقہ خواتین اور ان کے مسائل	15
شادیوں کی رسومات، دعوتیں اور ان میں شرکت	25	عورت اور بازار	18
بیویوں کے درمیان عدل	30	حج میں چہرے کا پردہ	10
عورت کا لباس	45	بیویوں کے باہمی تعلقات	25
نکاح میں ولی کی حیثیت	50	پردے کی اوٹ سے	25
عورت گھر میں دعوتِ دین	35	لومیرج	